﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۳؍جون ۲۰۰۳ء | ۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۴ ہجری قمری ۱۳؍احسان ۱۳۸۲ ہجری شمسی | شمارہ ۲۴

شفیع الوریٰ

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’ہر نبی کو ایک خاص دعا کا حق دیا گیا ہے جو اس نے کی اور قبول کر لی گئی۔ مگر مَیں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کے لئے بطور شفاعت کے رکھ چھوڑا ہے‘‘۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

ترقی ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ ایمان میں بھی اور عمل میں بھی۔

مبلغین کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ہر ایک بات پر چڑ کر لوگوں سے متنفر ہوتے رہیں۔ چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء وقدر کا معاملہ سمجھے۔

ایک صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: ’’حضور! بعض احمدی بھائی ایسے ہیں کہ انہوں نے بیعت کی ہوئی ہے اور اخلاص بھی رکھتے ہیں مگر بعض اقوال اور حرکات اُن سے بیجا ظاہر ہوتی ہیں۔ بعض ان میں سے احادیث کے قائل نہیں۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: ’’اصل بات یہ ہے کہ سب لوگ ایک طبقہ کے نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ بھی قرآن شریف میں مومنوں کے طبقات بیان کرتا ہے ﴿مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ﴾ (فاطر:۳۳) کہ بعض ان میں سے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو اور بعض سبقت کرنے والے۔

دوسری یہ بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تو ترقی آہستہ آہستہ ہی کی تھی۔ ایمان میں بھی اور عمل میں بھی .... ترقی ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ ایک سال انسان کچھ کرتا ہے، دوسرے سال کچھ، لیکن اگر بدظنی کریں تو اس کی مثال یہ ہوگی کہ اگر ایک مریض ہمارے پاس آتا ہے جو کہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہے اور ہم اسے ایک دو دن دوا دے کر نکال دیں اور پورے طور پر لگ کر علاج نہ کریں۔ ہمارا کام تو رات دن اُن کے لئے دعا، تضرع اور ابتہال میں لگا رہنا ہے۔ مبلغین کا یہ کام نہیں ہوتا کہ ہر ایک بات پر چڑ کر لوگوں سے متنفر ہوتے رہیں۔ ابھی یہ لوگ قابل رحم ہیں اور خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کے سامان کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں سب ایک درجہ کے نہیں ہوتے۔ صحابہؓ میں سے بعض اس درجہ کے تھے کہ عنقریب نبی کے مقام پر پہنچ جاویں اور بعض ادنیٰ درجہ کے۔ جیسے دریا میں موتی بھی ہوتا ہے اور مونگا بھی اور سیپ بھی اور دوسری اشیاء مثل سونا اور دوسرے حیوانات کے، ایسا ہی جماعت کا حال ہوتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کریں۔ لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کون سا ایسا عیب ہے جو کہ دُور نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہمیشہ دُعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہئے۔ ایک صوفی کے دو مرید تھے۔ ایک نے شراب پی اور نالی میں بیہوش ہو کر گرا۔ دوسرے نے صوفی سے شکایت کی۔ اس نے کہا تو بڑا بے ادب ہے کہ اس کی شکایت کرتا ہے اور جا کر اٹھا نہیں لاتا۔ وہ اسی وقت گیا اور اسے اٹھا کر لے چلا۔ کہتے تھے کہ ایک نے تو بہت شراب پی لیکن دوسرے نے کم پی کہ اسے اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ صوفی کا یہ مطلب تھا کہ تُو نے اپنے بھائی کی غیبت کیوں کی۔ آنحضرت ﷺ سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے برا لگے، غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تُو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا﴾ (الحجرات:۱۳) اس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان میں غیبت کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ آیت بیکار جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہّر ہونا تھا اور ان سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے۔ بعض کمزور ہیں جیسے سخت بیماری سے کوئی اٹھتا ہے۔ بعض میں کچھ طاقت آگئی ہے۔ پس چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء وقدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سر دست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے، بلکہ لکھا ہے اَلْقُطْبُ قَدْ يَزْنِيْ کہ قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے۔ کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لئے وہ پوری کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ (البلد:۱۸) کہ وہ صبر اور رحم کے ساتھ نصیحت کرتے ہیں۔ مَرْحَمَة یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کی جاوے‘‘۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۵۹۔۶۰ جدید ایڈیشن)

نیک نمونہ سب سے بڑی تبلیغ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ تمام انسانیت کو آنحضور ﷺ کی حقیقی تعلیم کے جھنڈے تلے لے آئیں

شادی کے بعد لڑکیوں کو غربت کے یا حسب نسب کے طعنے دینا انتہائی ظلم کی بات ہے۔

(قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت الخبیر کے تعلق میں مختلف پیش خبریوں کا ایمان افروز تذکرہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۳؍مئی ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۳؍مئی): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آج بھی اللہ تعالیٰ کی

صفت اَلْخَبِیْر کے موضوع پر ہی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔حضور انور نے سب سے پہلے سورۃ ھود کی آیت نمبر ۲ کے حوالے سے بتایا کہ قرآن مجید کا منبع بھی اعلیٰ ہے۔وہ حکیم بھی ہے اور خبیر بھی۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حکیم اسے کہتے ہیں۔جو موقع کے مطابق کام کرنے والا ہو اس صفت سے یہ ظاہر کیا گیا ہے۔کہ اس کلام کی بھیجنے والی ہستی کے مدنظر نہیں ہے کہ وہ لوگوں میں شہرت یا عزت حاصل کرے بلکہ اس کے مدنظر بنی نوع انسان کا فائدہ ہو۔پس اس نے کوئی ایسی تعلیم اس میں نہیں دی۔جو بظاہر خوبصورت ہو لیکن بہ باطن خراب ہو۔بلکہ اس نے ہر وہ تعلیم جو انسان کے فائدہ کی ہے پیش کر دی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خبیر۔کہہ کر یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقت امر سے واقف ہے۔خبیر کا لفظ اصل حال کی واقفیت پر دلالت کرتا ہے۔اور بواطن امور کے جاننے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس صفت کا مالک اندرونی تغیرات پر خاموش نہیں رہ سکتا اور بداعمالی کی سزا کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔'' (تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ ۱۴۲)

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں صرف یہی نہیں بتایا کہ جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے وہ مَیں دیکھ رہا ہوں بلکہ پہلوں کی بھی خبر دی جن کے انکار کی وجہ سے جو قومیں ہلاک کر دی گئیں اور آئندہ زمانہ میں جو کچھ ہونے والا ہے جو کچھ مسلمان کہلانے والے آنے والے شاہد کے ساتھ سلوک کریں گے اس سے بھی باخبر ہے۔چنانچہ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔آپ سے پہلے کے انبیاء کے انکار کرنے والوں کی ہلاکت کا تو غم آپ کو تھا ہی ، اپنی امت کا بھی غم تھا کیونکہ امت کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ پر ڈالی گئی تھی۔آج یہی ذمہ داری آپ کے جانشینوں اور آپ کے ماننے والوں پر ہے۔

حضور نے فرمایا کہ پس آج ہمارا جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب جماعت ہے اور جو سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے محبت اور عشق کی دعویدار ہے ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ ہم اس عشق کو سچ کر دکھائیں اور امت مسلمہ کو خصوصاً کہ وہ ہمارے محبوب ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور تمام انسانیت کو عموماً آنحضور ﷺ کی حقیقی تعلیم کے جھنڈے تلے لے آئیں۔اور اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر ہمیں خود بھی اپنی اصلاح کرنی ہوگی۔اس طرف توجہ دینی ہوگی کیونکہ نیک نمونہ سب سے بڑی تبلیغ ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۱ ،سورۃ الفاطر آیت ۳۲ ،سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۲۸ اور سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۴ کے حوالہ سے بھی صفت الخبیر کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا۔

حضور نے بتایا کہ علامہ فخر الدین رازیؔ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۴ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر کو جانتا ہے،تمہارے نسب کو جانتا ہے،تمہارے باطن سے باخبر ہے ،اس پر تمہارے بھید مخفی نہیں ہیں۔پس تم تقویٰ کو اپنا عمل بناؤ اور تقویٰ میں بڑھتے چلے جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہوسکتا۔خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں۔خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے ذاتیں بنائیں اور آج کل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے''۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے خطوط آتے رہتے ہیں جن میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ ہمیں یا ہمارے عزیزوں کو لڑکیوں کی طرف سے شادیوں کے بعد غربت کے طعنے دئے جاتے ہیں یا حسب نسب کے طعنے دئے جاتے ہیں۔یہ باتیں تو ایسی ہیں جو شادی کرنے والے کو پہلے سوچ لینی چاہئیں۔پہلے حسب نسب یا غربت و امارت کا پتہ یا علم نہیں تھا؟۔انتہائی ظلم کی بات ہے یہ۔پہلے بھی کسی نے آپ کو مجبور نہیں کیا ہوتا کہ ضرور فلاں جگہ شادی کرنی ہے۔اپنی مرضی سے،اپنے شوق سے کرتے ہیں تو پھر اس کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کے طعنے یا اس قسم کی باتیں کی جائیں۔کچھ خدا کا خوف ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ سب کو تقویٰ پر قائم کرے۔

حضور ایدہ اللہ نے قرآن مجید میں مذکور بعض پیش خبریوں کا بھی تفصیل سے ذکر فرمایا جن میں اونٹوں کا بیکار کیا جانا،صحیفوں کا بکثرت نشر کیا جانا،نئی نئی سواریوں کی ایجادات کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ان میں سے ایک یہ پیشگوئی بھی ہے {وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ} یعنی آخری زمانہ میں یہ ہوگا جبکہ کتابوں اور صحیفوں کی اشاعت بہت ہوگی گویا اس سے پہلے کبھی ایسی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔یہ ان کلوں کی طرف اشارہ ہے جن کے ذریعہ سے آج کل کتابیں چھپتی ہیں اور پھر ریل گاڑی کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچائی جاتی ہیں''۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس بھی پڑھ کر سنایا جس میں حضور فرماتے ہیں کہ ''مَیں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار کئے گئے اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے جبکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار ہو جائیں گے جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔تب اس وقت ان اونٹوں کی نسبت وہ حدیث جو صحیح مسلم میں موجود ہے صادق آئے گی یعنی کہ ''وَلَیُتْرِکَنَّ الْقَلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا'' یعنی مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: ''ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت اور بھی پیشگوئیاں ہیں۔

پھر حضور نے سورۃ الفیل کے حوالہ سے ترقی یافتہ قوموں کے زوال کی خبر کا ذکر فرمایا۔اسی طرح شق القمر کی پیشگوئی کا ذکر فرمایا۔اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے احادیث نبویہ کے حوالہ سے نبی اکرم ﷺ کی مختلف پیش خبریوں کا ذکر فرمایا جن میں حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ کی شہادت کی خبر،صحابہ کے ہاں خوشحالی آنے،مسلمانوں پر دوسری اقوام کے حملہ آور ہونے اور تجارت کے بکثرت پھیل جانے وغیرہ امور کا ذکر ہے۔

آخر پر حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا جن میں سعد اللہ لدھیانوی معاند احمدیت کی ہلاکت ،کانگڑہ کا زلزلہ اور جماعت کی ترقی اور بادشاہوں کے جماعت میں داخل ہونے کی خبریں شامل ہیں۔

عہدِ خامس میں نئے گھوڑوں پہ زینیں ڈالو

(خلافت خامسہ کا ایک رجز)

زندگی خواب پریشان سے بیدار ہوئی
اک نئی شمع خلافت کی ضیا بار ہوئی
پھر سے پروانے جلے ، روشنی غمخوار ہوئی
روح تجدید وفا نغمہ سرا ہونے لگی
دل ہوئے سجدہ کناں ، حمد و ثنا ہونے لگی

☆☆

خوف کی ساعت بے رنگ ادھر آئی ، گئی
ہوئے تحلیل وساوس کے ہیولے بھی سبھی
تخت جاناں پہ چمک اٹھی نئی شانِ کئی
پرچم نور لئے مِہرِ منور اُبھرا
ہر کرن جس کی دعا جیسی وہ پیکر اُبھرا

☆☆

قریۂ یار تُو دائم یونہی آباد رہے
اپنے محمود سے مسرور رہے شاد رہے
اور اطاعت کے سوا کچھ نہ ہمیں یاد رہے
کیمیا ہونے کے رستے میں قدم دھرنے کا
وقت پھر آیا درست اپنی صفیں کرنے کا

☆☆

سلطنت دست بدست آئی قبیلے والو
عہد خامس میں نئے گھوڑوں پہ زینیں ڈالو
سونت کر تیغ دعا نکلو ، رجز یہ گالو
شہسوار اور طرح کے ہیں یہ آنے والے
اپنے مولیٰ کے لئے جان سے جانے والے

☆☆

آسماں دور نہیں اور زمیں قدموں میں
سینے قرآن سے معمور ہیں ، خواب آنکھوں میں
اور کامل ہے یقیں جس کے سبھی وعدوں میں
عشق میں اُس کے زمانے کو بدل جائیں گے
کفر و ایماں کے فسانے کو بدل جائیں گے !!

(جمیل الرحمن ۔ ھالینڈ)

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

سیّد میر مسعود احمد صاحب (مرحوم)

نبیرہ حضرت سیّد میر ناصر نواب صاحب دہلویؓ

(احمد طاہر مرزا۔ ربوہ)

حضرت سید میر مسعود احمد صاحب ۲۳؍دسمبر ۲۰۰۲ء کی صبح کو اللہ کو پیارے ہوگئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۲۳؍دسمبر کو آپ کے برادر اصغر ہمارے محترم استاذ مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر نے بتایا کہ ۲۲؍دسمبر کی رات کو شادی کی تقریب میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی خوشگوار باتوں سے محفل خوب سجائی ہوئی تھی۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ صبح اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔

۲۳؍دسمبر ۲۰۰۲ء قریباً پونے گیارہ بجے کا وقت تھا ۔خاکسار مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر (پرنسپل جامعہ احمدیہ) کے دفتر میں کسی کام کی غرض سے ایک استفسار کرنے گیا ۔آپ طلباء کو لیکچر دے رہے تھے ۔خاکسار کے استفسار پر کہنے لگے: ’’بات سنو‘‘۔ مَیں نے کہا ’’جی‘‘۔ فرمانے لگے: ’’کان قریب کرو، میر مسعود احمد صاحب فوت ہوگئے ہیں۔ ابھی ابھی فون آیا ہے‘‘۔ یہ بات کہہ کر پھر تعلیم و تدریس میں مصروف ہوگئے ۔خاکسار دیر تک سوچتا رہا کہ یہ کیسے انسان ہیں۔ اتنا بڑا سانحہ ہوا ہے اور بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ فرض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ہیں۔ یہ اس بزرگ خاندان کے اخلاق عظمیٰ ہیں کہ سب سے مقدّم سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت ہے ۔خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں یہ لوگ اپنی سب سے بڑی خوشی جماعت احمدیہ کی خدمت کرنے میں ہی جانتے ہیں۔

چند سال قبل محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کی ہمشیرہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ کا وصال ہوا۔ اگلے روز میر صاحب حسب روایت اور حسب معمول جامعہ احمدیہ تشریف لائے تو پہلی گھنٹی کے بعد طلباء اور اساتذہ جامعہ تعزیت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر بھی آپ نے ایسا ہی اولوالعزمی اور صبر کا مظاہرہ فرمایا تھا اور سب سے کلاسوں میں جانے اور پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

واہ خدایا واہ! ایسے اوقات میں عام انسان کچھ اور سوچتا ہے۔ تاہم یہ خاندان سادات ان حالات میں بھی خدمت دین کو ہی اولیت دیتا ہے۔

دہلی کا معزز خاندان

حضرت خواجہ میر درد صاحبؒ کا یہ معزز خاندان اپنی شرافت، دین سے محبت، ہمدردی خلق، نیکی اور پارسائی نیز خاکساری و بزرگی میں صدیوں سے مشہور چلا آ رہا ہے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی اور مسیحائی نے اس خاندان کو چار چاند لگا دئے۔ حضرت سید میر مسعود احمد صاحب کے دادا جان حضرت سید میر ناصر نواب صاحبؓ دہلوی جب قادیان دارالامان آکر مقیم ہوئے تو غیر معمولی خدمات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی توفیق پائی۔ تعمیر مساجد ، انتظام مہمان خانہ، تعمیر دُورُ الضعفآء، و دُورُ الیتامٰی آپ کی اولین ترجیحات میں شامل تھا۔ اس نیک مقصد کی غرض سے آپ نے برصغیر کے بیسیوں مقامات کے سفر اختیار کئے اور اس کارِ خیر کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

آپ نے ان سفرناموں کا تذکرہ اپنے منظوم کلام ’’سفر نامہ ناصر‘‘ میں کیا ہے جو دو حصوں میں قادیان سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے شائع کیا تھا۔ آپ کے دونوں فرزند حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہما کو دینی، علمی، تربیتی، انتظامی اور طبی میدان میں غیر معمولی خدمات کی سعادت حاصل ہوئی۔

عشق علوم قرآن مجید، عشق علوم حدیث، علوم تاریخ وسیرۃ اور علوم تصوف میں اس خاندان کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

جامعہ احمدیہ سے وابستگی اس خاندان کا ورثہ ہے۔ حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ ، حضرت میر داؤد احمد صاحب اور سید میر محمود احمد صاحب ناصر کی جامعہ احمدیہ قادیان اور جامعہ احمدیہ ربوہ کے لئے خدمات یادگار ہیں۔

اس خاندان کو ایک عظیم الشان اعزاز یہ بھی حاصل ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم میں ۳۱۳ مخلصین احباب کی فہرست رقم فرمائی ہے ۔ اس خاندان کے سب سے زیادہ احباب اس فہرست میں شامل ہیں۔ حضرت سید میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ، حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ، حضرت پیر منظور محمد صاحب لدھیانویؓ، اور حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی اور ان میں سے بعض احباب کو مع اہل بیت ۳۱۳؍اصحاب میں شامل فرمایا ہے۔ (انجام آتھم ، روحانی خزائن جلد ۱۱)

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کی شادی سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت صالحہ بیگم بنت حضرت پیر منظور محمد صاحب کی شادی ہو رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خواب کو ظاہری صورت میں بھی پورا کر دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی برکت نے اس شادی میں بڑی برکت ڈالی۔ حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب اور حضرت صالحہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہما کو خداتعالیٰ نے نیک، خادم دین اور صالح اولاد سے نوازا۔ یہ بابرکت خاندان آج اکناف عالم میں خدمات بجا لا رہا ہے۔

حضرت سید میر مسعود احمد صاحب

حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کے فرزند ارجمند، حضرت سید میر مسعود احمد صاحب کو دینی، علمی اور اشاعت و تبلیغ دین اسلام کے میدان میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات بجا لانے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص اور ایثار کو قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین۔

آپ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ علم دوست احباب کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی اور پھر ان میں نکھار پیدا کرتی تھی۔ بیسیوں علمی و تحقیقی کام جو آپ سرانجام دیتے تھے آپ کی خواہش ہوتی کہ ان تحقیقی کاموں کے مسودات ہر ایک تک پہنچیں تاکہ ان کے علم میں اضافہ ہو۔ اسی طرح آپ نے اپنے تحریر کردہ قیمتی مسودات اپنے کئی احباب اور تلامذہ کو بغرض استفادہ ارسال کئے۔

رَئِیْسُ الْمُتَخَصِّصِیْن

۱۹۹۰ء کے عشرہ میں جب مربیان کرام کے تخصص (Specialization) کا آغاز ہوا تو آپ کو بطور ’’رئیس المتخصّصین‘‘ مسلسل کئی سال باوجود پیرانہ سالی اور بیماری کے خدمات بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ اس وقت آپ کے کئی تلامذہ اکناف عالم میں دینی، علمی اور تبلیغی خدمات بجا لا رہے ہیں۔

آپ کو کبھی کسی سے خفا ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ گزشتہ کئی سالوں سے آپ اپنے دفتر ،خلافت لائبریری ربوہ میں خدمات بجا لا رہے تھے ۔ اس دوران اگر کوئی قاری، متخصّص یا طالب علم جامعہ احمدیہ بغرض استفادہ آپ کے پاس آ جاتا تو اپنے سارے امور چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اور اس متخصص یا طالب علم کی گزارشات اور استفسارات کے جواب میں بیسیوں علمی امور اور کتب و مضامین کی نشاندہی کر دیتے۔

بس ایک دفعہ جو آپ سے مل لیتا تو پھر دوبارہ ملنا اس کی مجبوری ہو جایا کرتی ۔خاکسار کو کئی مواقع یاد ہیں کہ جب کوئی متخصّص ذاتی غرض کے لئے رخصت لینے آتا تو آپ نے رخصت دینے میں کبھی تعویق نہ فرمائی البتہ ساتھ یہ ضرور فرماتے کہ دیکھو جتنی مرضی رخصت لے لو تاہم اپنی پڑھائی اور تخصّص سے کبھی غافل نہ ہونا۔

آپ کی یہ عاجزانہ اور منکسرانہ نصائح طلباء کو اس بات پر مجبور کر دیتیں کہ وہ علمی میدان میں خوب محنت کریں۔ چنانچہ آپ کے شاگردوں نے جہاں بھی گئے اعلیٰ سے اعلیٰ پوزیشنز حاصل کیں۔

انتظامی اور تعلیمی امور میں آپ کا یہ اصول تھا کہ نرم گفتاری، شفقت اور انکساری سے طلباء کی تربیت کی جائے۔ چنانچہ عملاً یہ بات سامنے آئی کہ آپ کے شاگردوں نے اپنے مفوضہ شعبہ جات میں سینکڑوں کتب و مضامین کا تدقیقی جائزہ لے کر اپنے تخصّص میں نکھار پیدا کیا۔

دعا گو استاذ

آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ اپنے شاگردوں کے لئے نام لے کر دعائیں کرتے تھے۔ بس ایک دفعہ آپ کو نام بتانا کافی ہوتا تھا، پھر خود ہی بلا لیتے ۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ اگر کوئی شاگرد تاخیر سے ملاقات کرتا یا آپ کی نظر اس پر کہیں پڑ جاتی تو خود اسے مخاطب کر لیتے کہ کیا بات ہے، تم اتنے دنوں سے نظر نہیں آئے۔ ایک دفعہ جو آپ کی مجلس میں شریک ہو جاتا پھر دوبارہ مستفید ہونا اس کی مجبوری ہو جاتی۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی طالبعلم اپنی طرف سے یہ سمجھ کر کہ مَیں نے فلاں مضمون پر نئی کتاب دریافت کی ہے ،آپ کو بتلانے جاتا ، آپ اس کی بات وقار اور توجہ سے سنتے اور پھر اپنے خداداد حافظہ کا دائرۃ المعارف کھول کر بتاتے کہ اس مضمون پر تو فلاں فلاں کتب اس سے پہلے لکھی جا چکی ہیں کیا تم نے وہ دیکھی ہیں؟

تین سال پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ خاکسار آپ سے استفسار کر رہا تھا تو فرمانے لگے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی صداقت پر سب سے پہلے کس نے کتاب لکھی؟۔ خاکسار نے چند ایک کتب کے نام لئے ۔اس پر آپ نے اصلاح فرمائی کہ یہ تو بعد کی تحریر کردہ کتب ہیں ۔صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب سے پہلی کتاب کا نام ہے ’’القول الجَمیل فی تَصدیق المَثیل‘‘۔ یہ کتاب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچپن کے ایک استاد مولوی فضل احمد صاحب مرحوم کے فرزند حضرت مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے لکھی تھی ۔اس پر عاجز نے وہ کتاب تلاش کی تو واقعی آپ کے فرمان کے مطابق بات صحیح ثابت ہوئی۔

یہ کتاب جون ۱۸۹۱ء میں منشی غلام قادر صاحب فصیح کے زیر اہتمام پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوئی جو کہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ گزشتہ دس سالوں سے آپ کے کئی غیر معمولی علمی کارناموں کو دیکھ کر یہ تاثر ابھرا تھا کہ گویا آپ پر بڑھاپے میں جوانی عود کر آئی ہے کیونکہ مسلسل گھنٹوں علمی اور تحقیقی امور میں مصروف کار رہتے ۔اور حیرت ہوتی کہ اس ۷۰ سالہ عمر میں جبکہ ایک نوجوان بھی چند گھنٹوں میں تھک جاتا ہے آپ کیسے مسلسل بیٹھے رہتے تھے اور تھکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

عمر کے آخری دس سالوں میں آپ کئی علمی محاذوں پر مسلسل تحقیق کر رہے تھے۔ ان میں سے نمونۃً بعض کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) تصاویر کی کیٹلاگنگ اور درجہ بندی:

(Catalouging & Classification)

خلافت لائبریری ربوہ میں ہزاروں تاریخی تصاویر، صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، بزرگان سلسلہ، مختلف ممالک میں مراکز احمدیت کے بارہ میں تصاویر اور مختلف مواقع اور مقامات کی تصاویر خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نادر و نایاب تصویری ریکارڈ کی کیٹلاگنگ کر کے ہمیں ممنون احسان کیا۔

پرانی سے پرانی اور نادر سے نادر خستہ تصاویر کی پہچان کا ملکہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ میں ودیعت کیا ہوا تھا۔

ان تصاویر اور دستاویزات کی کیٹلاگنگ کے ضمن میں آپ کا یہ اسلوب تھا کہ تصویر کی پشت پر تعارف، نام، مقام تصویر، موقع تصویر، سن تاریخ اور متعلقہ تصویر کے بارہ میں جو اہم معلومات ہوتیں ان کا اشارۃً ذکر کر دیتے۔ مثلاً یہ تصویر فلاں آدمی کی ہے اس کی اولاد میں فلاں کو یہ خدمت کی توفیق مل رہی ہے وغیرھم۔ اس کام کے لئے آپ مسلسل اور لگاتار خلافت لائبریری میں مصروف عمل رہتے اور اس دوران اگر کوئی طالبعلم آ جاتا تو اسے بھی کما حقہ وقت دیتے۔

(۲) سیرت و سوانح صحابہ کرامؓ:

آپ گزشتہ چند سالوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرۃ و سوانح پر کام کر رہے تھے۔ اور اس ضمن میں صحابہ کرام کے مختصر سوانحی کوائف مرتب کر رہے تھے جن میں صحابہ کے اسماء، ابتدائی تعارف، تاریخ بیعت، خاندانی حالات، خدمات سلسلہ احمدیہ، وصال اور بعض چیدہ چیدہ کارنامے کوائف میں شامل کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ اخبار الحکم قادیان، اخبار بدر قادیان، اخبار فاروق قادیان اور بعض دوسرے جماعتی مآخذ میں شائع شدہ ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہانہ فہرس سے مدد لے رہے تھے۔ اس طور پر آپ نے سینکڑوں صحابہ کا سوانحی خاکہ مرتب کیا۔

(۳) غیر مطبوعہ مضامین و مقالہ جات:

گزشتہ چند سالوں میں روزنامہ الفضل ربوہ اور ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن میں آپ کے بعض تحقیقی مضامین اور مقالہ جات سلسلہ وار شائع ہوئے۔ مثلاً تیسری عالمگیر جنگ کے بارہ میں پیشگوئیاں، شیخ العجم سوانح حضرت شاہزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ وغیرھم۔ آپ کے بعض غیر مطبوعہ مضامین و مقالہ جات کے ذیل میں عناوین دئے جا رہے ہیں۔ صحابہ افغانستان۔ حضرت مولوی ابوالخیر رضی اللہ عنہ۔ (حضور نے سب سے پہلے انہیں اپنی طرف سے بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی)۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید افغانستان، حضرت مولوی نعمت اللہ خان افغانستان، شیخ نور احمد صاحب کابلی۔ کوائف صحابہ مسیح موعودؑ، بھگوت گیتا کا اردو ترجمہ۔

آپ گزشتہ کئی ماہ سے بوجہ بیماری کبھی کبھی خلافت لائبریری ربوہ میں تشریف لاتے تھے۔ اس بیماری میں گھر میں علمی کاموں کے لئے وقت نکال لیتے تھے۔

سنسکرت زبان

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ **اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْد** کہ پنگھوڑے سے لے کر لحد تک حصول علم میں کوشاں رہو۔ محترم میر مسعود احمد صاحب گزشتہ چند ماہ سے سنسکرت زبان سیکھ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ بھگوت گیتا کا اردو میں ترجمہ بھی کر رہے تھے۔ تاہم اس فانی عمر نے وفا نہ کی۔ آپ کے انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ اپنے علمی کاموں پر مشتمل مسودات ہر ایک کو فراخ دلی سے عطا کر دیتے۔ بلکہ خلافت لائبریری میں یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ جو بھی میرے مسودات مانگے اس کو فوٹو کاپی دے دیں۔ آپ اس بات میں خوشی محسوس کرتے تھے کہ اپنے مقالہ جات شاگردوں کو دوں اور ان سے اس بات کی توقع رکھتے کہ وہ میرے مضامین مطالعہ کر کے اصلاح طلب امور کی نشاندہی کریں۔ بسا اوقات اپنے طلباء کو خود مسودات دے کر فرماتے کہ یہ پڑھ کر مجھے بتاؤ کہ اس میں کیا غلطی رہ گئی ہے۔ ان امور کے پیچھے آپ کا مقصد طلباء کی اصلاح اور رہنمائی ہوتا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب استفادہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوتا تو اپنا مسودہ دے کر فرماتے کہ اسے ابھی پڑھو۔ فہرست مضامین چیک کرو اور مجھے بتاؤ کہ کہیں کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی۔ اس پر حیرت ہوتی کہ جو خود علم کے سمندر ہیں انہیں پانی کی کیا ضرورت ہے۔ تاہم آپ کا مقصد تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد ہوتا تھا۔

یوں تو آپ کی سیرت کے کئی لازوال واقعات ہیں تاہم ایک مضمون میں ان کا احاطہ کرنا خاکسار کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ تو گزشتہ چند سالوں کے کاموں کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ اس سے پہلے سات سالہ حیات طیبہ ایک جدا کتاب کی متقاضی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْفَع دَرَجَاتہ فِی اَعْلٰی عِلِیّیْن۔

......☆......☆......

بقیہ: میاں محمد مغل صاحب عرف مُغلا از صفحہ نمبر ۱۱

جھانک رہا تھا کہ یہ شخص مردہ ہے کہ زندہ۔ غالباً گاؤں کے کسی شخص نے ڈوبتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس نے بھاگ کر گاؤں اطلاع کی۔ رشتہ دار وغیرہ روتے پیٹتے دریا کی طرف بھاگے۔ آپ اتنی دیر میں کنارے پر موجود شخص سے کپڑا مانگ کر اور پہن کر ہوش میں آ چکے تھے۔

والد صاحب بھائیوں سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو چکے تھے۔ ریلوے میں ایک احمدی کی وساطت سے انڈیا برج ڈیپارٹمنٹ (Bridge Dept) میں ملازمت تھی۔ ہندوستان کے کسی دُور کے علاقے میں کسی پُل پر کام ہو رہا تھا۔ آبادی سے ہٹ کر چھولداریوں میں رہتے تھے۔ تنخواہ ملنے پر والدہ صاحبہ کو خرچہ بھیج دیتے تھے۔ ایک بار تنخواہ لیٹ ہو گئی۔ آپ کو فکر لاحق ہوئی میری بیوی بچے خرچ کہاں سے کریں گے۔ وہ مانگتی بھی نہیں کسی سے، کیا کروں۔ اسی سوچ بچار میں آخر دعا کی طرف توجہ ہوئی۔ دعا کی کہ اللہ میاں مجھے اتنی رقم چاہئے مَیں تجھ سے ادھار مانگتا ہوں مَیں واپس کروں گا۔ یہی دعا کرتے کرتے ایک رات اپنے احمدی دوست کے ساتھ جب نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز اٹھایا تو ان کو کوئی چیز گرنے کی آواز آئی۔ بجلی تو غالباً نہ تھی۔ ڈھونڈا تو آپ کے ہاتھ میں اتنی رقم آئی، نوٹ وغیرہ، جتنے آپ نے خدا تعالیٰ سے مانگے تھے۔ بہت خوش ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے دعا سن لی ہے۔ دوسرے دن فوراً منی آرڈر کر دئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب تنخواہ ملی تو سوچ میں پڑ گئے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے ادھار مانگے تھے اب مَیں خدا تعالیٰ کو واپس کیسے کروں۔ غریبوں کو دوں تو وہ تو صدقہ میری طرف سے ہوا۔ چندہ دوں تو یہ بھی مناسب معلوم نہیں دیتا۔ پھر دعا شروع کی کہ اے اللہ مَیں تجھے کیسے لوٹاؤں۔ آپ آبادی سے دور کسی پل وغیرہ پر کام کرنے کی وجہ سے ایک قسم کے بے آباد علاقہ میں تھے۔ مہینہ پندرہ دن کا کھانے پینے کا سامان اکٹھا لے آتے تھے۔ چنانچہ آپ مہینہ بھر کے لئے گھی وغیرہ بھی لے آئے۔ رات کو غالباً ہنڈیا پکائی، گھی استعمال کیا لیکن ڈھکنا اچھی طرح بند نہ کیا۔ رات کو کوئی جنگلی بلی وغیرہ آئی اور کچھ کھایا کچھ گرا کر بہا گئی۔ صبح اٹھے تو دیکھا کہ گھی ضائع ہو چکا ہے۔ اپنے نفس کو کوسنے لگے کہ یہ تمہارا قصور اپنا ہے۔ بلی تو جانور ہے تم نے ڈھکنا کیوں نہ بند کیا۔ اب مغلا تمہاری سزا ہے کہ مہینہ بھر گھی استعمال نہیں کرنا۔ ٹھیک ہے جی، بغیر گھی کے سہی، لیکن لوگ دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ مغلا صبح سوکھی روٹی پکاتا اور کھاتا ہے۔ سوچا صبح صبح اندھیرے میں پکا کر کھا لیا کروں گا۔ چنانچہ صبح صبح چولہا جلانا، توے پر پانی ڈالنا تاکہ وہ سُوں سُوں کرے شور پیدا ہو، لوگ سمجھیں مغلا پراٹھے پکار رہا ہے۔ ایک دن ایسا کر رہے تھے کہ اوپر سے وہی احمدی جس کے ساتھ نماز پڑھتے تھے آ پہنچا۔ بولا مغلا یہ کیا ڈرامہ ہے۔ پانی توے پر۔ والد صاحب بولے میاں یہ مغلے کی سزا ہے۔ سارا واقعہ بتایا۔ وہ احمدی بولا واہ مغلا! معمولی نقصان پر اپنی جان پر ظلم! مَیں بھی تو ہوں اپنا نقصان اٹھا کر بھی صبر سے زندہ ہوں۔ والد صاحب کِھل کِھلا کر ہنس پڑے۔ اس سے سارا واقعہ سن کر رقم واپس کی۔

آخر میں خاکسار جماعت احمدیہ عالمگیر کے دوسرے اولوالعزم خلیفہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ، جو سخت ذہین و فہیم اور دل کا حلیم تھا کے آخری دیدار کا واقعہ بیان کرتا ہے جو آج بھی قلب و ذہن پر مثل تحریر بر سنگ نقش ہے۔

دسمبر ۱۹۶۲ء ہے، سیدنا امامناؓ لمبی تکلیف دہ بیماری سے گزر رہے ہیں اور ہر آن بستر پر لیٹے بے چینی اور اضطرابی کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ قدرے افاقہ ہوتا ہے تو جماعت ہی کے بارے سوچ وفکر، کسی قسم کی ملاقات کا سوال ہی نہیں۔ خاکسار وکالت دیوان کے فیصلہ کے مطابق جامعہ احمدیہ سے فارغ کیا گیا ہے۔ ربوہ سے لاہور آنے کا ارادہ ہے لیکن آخری بار پیارے وجود کے چہرہ مبارک کا دیدار کرنے کی شدید خواہش اور تڑپ ہے۔ خاکسار حضرت میر داؤد احمد صاحب سے ذکر کرتا ہے کہ کسی طرح دیدار ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور انور کی بیماری کی کیفیت ایسی ہے کہ کوئی مل نہیں سکتا۔ خاکسار نے عرض کی کہ اسی لئے تو آپ سے گزارش کی ہے۔ فرماتے ہیں وعدہ نہیں، کوشش کرتے ہیں۔ ذرا طبیعت سنبھلے گی تو دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی دیدار کی اجازت ہوئی۔ محترم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے مجھے اوپر بھجوایا۔ جونہی بندہ السلام علیکم عرض کر کے کمرہ میں داخل ہوا حضور انور کو بے چینی میں کروٹ بدلتے دیکھا۔ میری طرف توجہ فرما کر پوچھا کس کے بیٹے ہو۔ بندہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ عرض کیا میاں محمد مغل عرف مغلا کا بیٹا ہوں۔ دریافت فرمایا کیا حال ہے ان کا؟ خاکسار نے عرض کیا وہ وفات پا چکے ہیں۔ میرا یہ کہنا تھا کہ آپ شدید بے چین ہو گئے اور ایک بچے یا مریض کی طرح درد سے کراہتے ہوئے زیر لب بولنے لگے جو بندہ سمجھ نہ سکا۔ حضور کی اس کیفیت پر دروازے پر موجود پہرے دار نے مجھے اشارہ سے فوراً کمرے سے نکل آنے کو کہا۔ اور کہنے لگے کہ حضور انور کی پہلے ہی یہ کیفیت ہے۔ تم نے کیا کہہ دیا۔ خاکسار نے کہا کہ مَیں نے صرف ان کے دریافت کرنے پر اپنے والد صاحب کا نام بتایا ہے اور یہ کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اللہ اللہ! ایک عظیم انسان، سراسر نور ہی نور اور جو صاحب شکوہ اور عظمت و دولت تھا، نے آخری تکلیف دہ بیماری میں بھی اپنے ایک بدوی عاشق کو کیسے یاد رکھا۔

......☆......☆......☆......

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 - 8553 3611

خطبہ جمعہ

اے جانے والے تو نے اس پیاری جماعت کو جو خوشخبری دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی اور یہ جماعت آج پھر بنیان مرصوص کی طرح خلافت کے قیام و استحکام کے لئے کھڑی ہو گئی۔

اے میرے قادر خدا! تو ہمیشہ کی طرح اپنی جماعت پر اپنے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق اپنے پیار کی نظر ڈالتا رہ۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۵/اپریل ۲۰۰۳ء مطابق ۲۵/شہادت ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاِذَسَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾۔ (البقرة:۱۸۷)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

یہ آیتِ کریمہ جس کی ابھی تلاوت کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت مجیب سے تعلق رکھتی ہے۔ گو اس صفت کا بیان حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں لیکن ان حالات میں آج کے لئے میں نے اس کو منتخب کیا ہے۔ اس میں دعاؤں کی قبولیت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس پہلو سے آج یہ مضمون بیان کیا جائے گا اور قبولیت دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت پر جو بیشمار احسان اور فضل فرمایا ہے اس کا ذکر ہو گا۔ اس بارہ میں ایک حدیث ہے:۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ (ترمذی۔کتاب الدعوات)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کروں گا۔ اور اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا تو میں اس بندے کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔ اگر وہ میری جانب ایک بالشت بھر آئے گا تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر میری طرف وہ ایک ہاتھ آئے گا تو میں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

یہاں تو جماعت ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ پھر کیوں نہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق دوڑتا ہوا آتا اور ہماری مدد فرماتا۔ الحمدللہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ شاید ہی کبھی کسی مجلس سے اُٹھے ہوں گے کہ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کے لئے ان الفاظ میں دعا نہ کی ہو: اے میرے اللہ! تُو ہمیں اپنا ایسا خوف عطا کر جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی ایسی اطاعت عطا کر جس کی وجہ سے تُو ہمیں جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب تُو ہم پر آسان کر دے۔ اے میرے اللہ! ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا۔ اور جو ہم پر ظلم کرے اُس سے تُو ہمارا انتقام لے۔ جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اُس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔ اور ہمارے دین کے بارہ میں ہمیں کسی ابتلا میں نہ ڈال۔ اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ بنا اور دنیا ہی ہمارا مبلغ علم نہ ہو۔ یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی محدود نہ ہو۔ اور ایسے شخص کو ہم پر مسلّط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرتا ہو۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں:۔

''جو لوگ دعا سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے راہ کھول دیتا ہے۔ وہ دعا کو ردّ نہیں کرتا۔......قرآن شریف نے دعا کے دو پہلو بیان کئے ہیں۔ ایک پہلو میں اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور دوسرے پہلو میں بندے کی مان لیتا ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ﴾ میں تو اپنا حق رکھ کر منوانا چاہتا ہے۔ نونِ ثقیلہ سے جو اظہارِ تاکید کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ قضائے مبرم کو ظاہر کریں گے تو اس کا علاج ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ہی ہے۔ اور دوسرا وقت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی امواج کے جوش کا ہے، وہ ﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ میں ظاہر کیا ہے۔......الغرض دعا کی اس تقسیم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اپنی منوانا چاہتا ہے اور کبھی وہ مان لیتا ہے۔ یہ معاملہ گویا دوستانہ معاملہ ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی جیسی عظیم الشان قبولیت دعاؤں کی ہے اس کے مقابل رضا اور تسلیم کے بھی آپ اعلیٰ درجہ کے مقام پر ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے گیارہ بچے مر گئے مگر آپؐ نے کبھی سوال نہ کیا کہ کیوں؟''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۶)

پھر فرمایا: ''خدا نے مجھے دعاؤں میں وہ جوش دیا ہے جیسے سمندر میں ایک جوش ہوتا ہے''۔

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

فرماتے ہیں:۔ ''اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا''۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۳۲)

فرمایا:۔ ''میں ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہتا ہوں اور سب سے مقدّم دعا یہی ہوتی ہے کہ میرے دوستوں کو ہموم اور غموم سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ مجھے تو ان کے ہی اَفکار اور رنج، غم میں ڈالتے ہیں۔ اور پھر یہ دعا مجموعی ہیئت سے کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی رنج اور تکلیف پہنچی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو نجات دے۔ ساری سرگرمی اور پورا جوش یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۸۶)

اللہ تعالیٰ مجھے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی اس سنّت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا درد مجھے اپنے درد سے بڑھ کر ہو جائے۔ اللہ میری مدد فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام فرماتے ہیں:۔ ''سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں

دور کردے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۳۰)

آپ فرماتے ہیں:۔ ہم تو یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا جماعت کو محفوظ رکھے اور دنیا پر ظاہر ہوجائے کہ نبی کریم ﷺ برحق رسول تھے اور خدا کی ہستی پر لوگوں کو ایمان پیدا ہوجائے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۲۱)

پھر آپ نے فرمایا:''جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کو سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کرسکتی ہے اور مردہ کو زندہ کرسکتی ہے۔ اس میں بڑی تاثیریں ہیں''۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ اس دور میں بھی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو آپ نے اپنے ماننے والوں کے لئے کیں۔ اور سب سے بڑھ کر ان دعاؤں سے بھی حصہ دے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمّت کے لئے کیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے پیاروں کی دعاؤں کا وارث بنایا ہے جس کے نظارے ہم روز کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات نے ہماری کمریں توڑ کر رکھ دیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کے طفیل ہی اپنے وعدہ کو پورا فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (سورۃ النور: ۵۶)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس پیاری جماعت کو کبھی ناشکر گزاروں میں سے نہ بنائے۔

ایک حدیث ہے۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی (جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے) جب یہ دَور ختم ہوگا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کردے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ فرما کر آپؐ خاموش ہوگئے۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

اللہ کرے کہ یہ نعمت تا قیامت قائم رہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل کا ہاتھ کبھی جماعت پر سے نہ اُٹھائے۔ یہ جماعت ہمیشہ شکر گزاروں اور دعائیں کرنے والوں کی جماعت بنی رہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار اور رحمت کی نظر ہمیشہ ہم پر پڑتی رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:''جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اُس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے''۔ (الحکم ۱۴/اپریل ۱۹۰۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:''اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلادے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کردیوے۔...... تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا...... جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا...... ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے، پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہوجائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ (الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصوۃ والسلام رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:۔

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ﴾ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہوجائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کرسکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کردیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کردیتا ہے۔ لیکن اُس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کرچکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کردیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ (رسالہ الوصیت صفحہ ۶)

اب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے تم اس حبل اللہ کو اب مضبوط پکڑلو۔ یہ محض خدا ہی کی رسّی ہے جس نے تمہارے متفرق افراد کو اکٹھا کردیا ہے۔ پس اسے مضبوط پکڑے رکھو۔ (بدر۔ یکم فروری ۱۹۱۲ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ خلافت کے قیام کا مدعا توحید کا قیام ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اٹل۔ ایسا کہ جو کبھی ٹل نہیں سکتا، زائل نہیں ہوسکتا، اس میں کوئی تبدیلی کبھی نہیں آئے گی۔ خلافت کا انعام یعنی آخری پھل تمہیں یہ عطا کیا جائے گا کہ میری عبادت کروگے، میرا کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ گے، کامل توحید کے ساتھ تم میری عبادت کرتے چلے جاؤ گے اور میرے حمد وثناء کے گیت گایا کروگے۔ یہ وہ آخری جنت کا وعدہ ہے جو جماعت احمدیہ سے کیا گیا اور مجھے یقین ہے اور جو نظارے ہم نے دیکھے ہیں اور جن کے نتیجے میں غم کے دھاروں کے علاوہ حمد کے دھارے بھی ساتھ بہہ رہے ہیں اور شکر کے دھارے بھی ساتھ ہی بہہ رہے ہیں ایسے حیرت انگیز ہیں کہ آج دنیا میں کوئی قوم اس کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ جو جماعت احمدیہ کا مقام اس دنیا میں ہے وہ کسی اور جماعت کا نہیں۔ پس کامل بھروسہ اور کامل توکّل تھا اللہ کی ذات پر کہ وہ خلافت احمدیہ کو کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ ہمیشہ قائم و دائم رکھے گا۔ زندہ اور تازہ اور جوان اور ہمیشہ مہکنے والے عطر کی خوشبو سے معطر رکھتے ہوئے اس شجرۂ طیبہ کی صورت میں اس کو ہمیشہ زندہ قائم رکھے گا جس کے متعلق وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ ایسا شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہیں اور کوئی دنیا کی طاقت اسے اکھاڑ کر پھینک نہیں سکتی...... حمد اور شکر کا پہلو ایک ابدی پہلو ہے۔ وہ ایک لازوال پہلو ہے۔ وہ کسی شخص کے ساتھ وابستہ نہیں۔ نہ پہلے کسی خلیفہ کی ذات سے وابستہ تھا، نہ میرے ساتھ ہے، نہ آئندہ کسی خلیفہ کی ذات سے وابستہ ہے۔ وہ منصبِ خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ، وہ پہلو ہے جو زندہ و تابندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں ایک شرط کے ساتھ اور وہ شرط یہ ہے کہ دیکھو اللہ تم سے وعدہ تو کرتا ہے کہ تمہیں اپنا خلیفہ بنائے گا زمین میں لیکن کچھ تم پر بھی ذمہ داریاں ڈالتا ہے۔ تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کرتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح بجالاتے ہیں۔ پس اگر نیکی کے اوپر جماعت قائم رہی اور ہماری دعا ہے اور ہمیشہ ہماری کوشش رہے گی کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ جماعت نیکی پر ہی قائم رہے، صبر کے ساتھ اور وفا کے ساتھ۔ تو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ وفا کرتا چلا جائے گا اور خلافت احمدیہ اپنی پوری شان کے ساتھ شجرۂ طیبہ بن کر ایسے درخت کی طرح لہلہاتی رہے گی جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ۔ ۲۲/جون ۱۹۸۲)

اس ضمن میں آپؒ نے مزید فرمایا:۔

آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ جو خدا نے آپ کو نعمت عطا فرمائی ہے اور آپ کو معلوم بھی نہیں

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

تھا کہ کیسے عطا ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واسطے سے دوبارہ عطا ہوئی ہے۔ پس اس نعمت کو یاد رکھیں۔ اللہ نے دوبارہ یہ نعمت اپنے فضل سے عطا کی ہے اور نعمت کے سوا دل نہیں باندھے جاسکتے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تصور اپنے میں سے نکال دیں تو آپ میں سے کسی کو دوسرے کی پرواہ نہیں رہے گی اور اس تعلق کو خلافت آگے بڑھا رہی ہے اور وہ تعلق پھر خلافت کی ذات میں مرکوز ہوتا ہے اور پھر آگے چلتا ہے۔ (خطبہ جمعہ ۱۰/جون ۱۹۹۰ء الفضل ۷/اگست ۱۹۹۱ء)

آپؒ نے جماعت کو اجتماعیت کی برکت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''پس وہ خدا کا احسان کہ آپ کو اکٹھے کر دیا آج یہ دوسری صورت میں ظاہر ہوا ہے''۔ الحمدللہ کہ آج ہم نے پھر دیکھا'' آج پھر بھائی بنائے گئے ہو لیکن خدا کی قسم اب جو بنائے گئے ہو، انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک بنائے رکھے گا تمہیں، اگر تم انکساری کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگیاں بسر کرو گے تو اس نعمت کو کوئی تم سے چھین نہیں سکے گا''۔

(خطبہ جمعہ ۵/اگست ۱۹۹۴ء، الفضل ۲۳/اگست ۱۹۹۴ء)

آپ نے فرمایا تھا کہ:۔

''میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدے فرمائے ہیں۔ کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔ تو دعائیں کریں، حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں۔ (الفضل ۲۸/جون ۱۹۸۲ء)

آج ہم سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اے جانے والے تو نے اس پیاری جماعت کو جو خوشخبری دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ اور یہ جماعت آج پھر بنیان مرصوص کی طرح خلافت کے قیام واستحکام کے لئے کھڑی ہوگئی اور اخلاص اور وفا کے وہ نمونے دکھائے جن کی مثال آج روئے زمین پر ہمیں نظر نہیں آتی۔ اے خدا اے میرے قادر خدا تو ہمیشہ کی طرح اپنی جماعت پر اپنے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق اپنے پیار کی نظر ڈالتا رہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہان تک میں دوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحتِ اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پُتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے''۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا۔ اور ہر ایک الزام سے تیری بریت کروں گا اور تجھے غلبہ ہوگا۔ اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب ہوگی اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا''۔ (انوار الاسلام صفحہ ۵۴)

آخر میں میں پھر دعا کی تحریک کرتا ہوں۔ میرے لئے بھی بہت دعا کریں، بہت دعا کریں، بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھ میں وہ صلاحیتیں اور استعدادیں پیدا فرمائے جن سے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت کی خدمت کر سکوں اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے بنیں۔

کل ایک دوست نے مجھے خط لکھا اور اس میں یہ دعا دی، بڑی اچھی لگی مجھے، کہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر آپ میں خلافت کے منصب کو نبھانے کی صلاحیت نہیں بھی ہے تو اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے۔ یقیناً دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی یہ کارواں تمام تر کامیابیوں کے ساتھ آگے انشاء اللہ تعالیٰ رواں دواں رہے گا۔

آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ لیکن اس بارے میں ایک وضاحت میں یہاں کر دوں کہ نظام جماعت اور خلافت کا ایک تقدّس ہے جو کبھی آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ لوگوں میں بیٹھ کر یہ باتیں کی جائیں کہ اس خلیفہ میں فلاں کمی ہے یا فلاں کمزوری ہے۔ آپ مجھے میری کمزوریوں کی نشاندہی کریں، حتّی الوسع کوشش کروں گا کہ ان کو دُور کروں لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر باتیں کرنے والے کے خلاف نظام جماعت حرکت میں آئے گا اور اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔ اس لئے میری یہی درخواست ہے کہ دعائیں کریں اور دعاؤں سے میری مدد کریں اور پھر ہم سب مل کر اسلام کے غلبہ کے دن دیکھیں۔ انشاء اللہ۔

✡✡✡............✡✡✡

دنیائے طب

(ڈاکٹر نذیر احمد مظہر۔ کینیڈا)

جوڑوں کا درد اور علاج

جوڑوں کا درد آج کل بہت عام ہے۔ اس کا بڑا سبب ایک زہریلا مادّہ ہے جو جسم میں خفیہ اور خاموش طریق پر اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔ اس کے اکٹھا ہونے کی وجوہات درجِ ذیل ہیں۔ حفظانِ صحت کے سنہرے اصولوں سے روگردانی، غیر معتدل طرزِ زندگی، نامناسب غذاؤں کا استعمال، بسیار خوری، آرام کوشی، تن آسانی وغیرہ۔

اصولی علاج:

جوڑوں کے درد کا اصولی علاج یہی ہے کہ جسم میں متذکرہ بالا زہریلے مواد کے ادخال واخراج پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور اخراج کے لئے نظامِ اخراج فضلات کے اعضاء کی اصلاح کر کے اسے جسم سے زیادہ زیادہ خارج ہونے کا موقع دیا جائے۔

ادخالِ مادہ کو روکنے کے طریق

(الف) مناسب غذائیں استعمال میں لائی جائیں۔ اور نامناسب وغیر قدرتی غذاؤں سے مجتنب رہا جائے جو موادِ فاسد کا سبب بنتی ہیں۔

(ب) بسیار خوری یا پرخوری سے بچا جائے۔ کیونکہ زائد از ضرورت خوراک خواہ وہ کیسی ہی طیّب کیوں نہ ہو موادِ فاسد میں تبدیل ہو کر پیدائشِ امراض کا سبب بنتی ہے۔

(ج) معتدل طرزِ زندگی اختیار کی جائے۔

اخراجِ مواد کے طریق:

اخراجِ مواد کیلئے نظامِ اخراجِ فضلات کے اعضاء انتڑیاں، جلد، گردے اور پھیپھڑوں کے افعال کو درست اور تیز کیا جائے۔ قبض نہ ہونے دی جائے۔ اور مداومت کے ساتھ دافع قبض اغذیہ زیرِ استعمال رہیں۔ بذریعہ جلد مواد کے اخراج کے لئے یعنی پسینہ لانے کے لئے جسمانی کسرت سے کام لیا جائے۔ جسمانی حرکت سے بذریعہ جلد فاسد مادوں کو خارج ہونے کا موقع دیا جائے۔ اور موسمِ سرما میں ہفتہ میں ایک دو بار سادہ پانی کے بھاپ کے غسل لازماً لئے جائیں جو فاسد مادوں کو جسم سے تیزی سے خارج کرتے ہیں۔ گردوں کے ذریعہ مواد کے اخراج کے لئے سادہ تازہ پانی وافر مقدار میں پیا جائے۔ پھیپھڑوں کی صفائی مناسب وہلکی ورزش کے بعد کھلی و صاف فضا میں گہری لمبی سانس کے ذریعہ کی جائے۔

مفید غذائیں:

ادرک یا سونٹھ کا بکثرت استعمال کیا جائے تنہا یا کسی سالن میں ڈال کر۔ ادرک کی چٹنی یا ویسے گھی میں بھون کر یا مربّہ کی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یا سونٹھ کا سفوف بنا کر کئی طریقوں سے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ وجع المفاصل کے مریضوں کے لئے بکرے کے پائے کی یخنی مفید ومقوّی غذا ہے۔

گرم مصالحہ جات مثلاً دار چینی، لونگ، زیرہ، مرچ سیاہ اور جلوتری مناسب مقدار میں استعمال کئے جائیں۔ لہسن، پیاز، ہرے پتے والی سبزیاں و ریشے دار فروٹ، چوکر ملے آٹے کی روٹی قبض کا قدرتی و بے ضرر علاج ہے۔ شہد جوڑوں کے درد میں ازحد مفید ہے۔ یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق جب تک بھوک خوب نہ چمکے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جائے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ اور اگر صرف اس ارشاد پر کوئی شخص پوری طرح کاربند ہو جائے تو اس کی زندگی میں صحت کے اعتبار سے نہایت خوشگوار تبدیلی آجائے۔

پرہیز: سرد تاثیر رکھنے والی اشیاء مثلاً لسّی، ٹھنڈے مشروبات، اسی طرح بادی اشیاء مثلاً چاول، آلو، گوبھی، بڑا گوشت، دال چنا، میدہ کی مصنوعات جو انتڑیوں سے چپک کر قبض کا باعث بنتی ہیں نیز مسلسل زیادہ دیر تک بیٹھنے سے گریز کیا جائے۔

جوڑوں کے درد کا ہومیو علاج

درج ذیل نسخہ 30 یا 200 طاقت میں لیکوئیڈ فارم میں تیار کروائیں۔ اجزائے نسخہ: رسٹاکس، ڈلکا مارا، نکس وامیکا، کاسٹیکم، بربرس، کلکیر یا فاس، روڈوڈنڈران۔

30 طاقت کے دس قطرے تین بار ایک گھونٹ پانی میں ملا کر اور 200 طاقت ہفتہ میں ایک دو بار حسبِ ضرورت یا ہومیو گولیوں پر چھڑک کر استعمال کریں۔

30 یا 200 طاقت بنوا کر حسبِ ترکیب مذکورہ بالا استعمال میں لائیں یہ دونوں نسخہ جات ہمارے تجربہ میں مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔

✡✡......✡✡

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: پچیس (۲۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

یورپ: چالیس (۴۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

دیگر ممالک: ساٹھ (۶۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

اللہ رکھے۔ کون چکھے

(عبد الوهاب شاهد ۔مربی سلسله)

یہ محاورہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے زبان زدعام ہے اس کا الٹ تو غالباً کسی معروف محاورہ کی شکل میں نہیں ہے مگر اس کو الٹا کر کہہ سکتے ہیں کہ جسے اللہ چکھے (مارے) اسے کون رکھے۔لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم مولانا نسیم سیفی صاحب مرحوم کو جنہوں نے ایک قطعہ رقم فرما کر اس محاورہ کی حقیقت کو پوری طرح کھول کر بیان کر دیا ہے اور قطعہ کے ایک شعر

تُو نہ مارے تو کون مرتا ہے
تُو نہ رکھے تو زندگی ہے محال

میں تو انہوں نے اس محاورہ کے دونوں ہی رنگ بھر دیئے ہیں۔اس پر جوں جوں غور کیا واقعات کا دماغ کی سکرین پر ایک ہجوم سا ہو گیا اور موت وحیات کی باہم ہار جیت کے مختلف واقعات ذہن میں ابھرے کہ کس طرح گاہے موت کو فتح نصیب ہوتی اور آہنی برجوں مضبوط قلعوں اور محفوظ محلّات سے زندگی کو اپنا شکار بنا لیتی ہے اور ہزار کوششوں کے باوجود حیات اس کے سامنے دم توڑ دیتی ہے اور بڑی سے بڑی طاقت بھی حائل ہو کر اسے بچا نہیں سکتی جیسے فرعون کو بلند و بالا انتہائی محفوظ محلّات سے نکال کر غرقاب نیل کیا۔ابوجہل کی زندگی کو بہادر اور جیالے ہر قسم کے اسلحہ سے لیس محافظوں کے درمیان سے جھپٹ کر اچک لیا اور لیکھرام کی زندگی کو پوری حفاظت اور سخت ترین پہروں کے باوجود بالا خانہ سے لے اڑی۔کسی کو تختۂ دار پر پیالۂ اجل پلا کر اسکے نشۂ طاقت اور غرور و گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا تو کسی خدائی دعویدار کو فضا میں قہر الٰہی کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بھسم کر کے اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا اور زمینی مٹی بھی نصیب نہ ہونے دی۔لیکن اس کے برعکس دنیا میں بے شمار واقعات ایسے بھی ہیں جہاں موت جیتا ہوا میدان ہار جاتی ہے اور حیات اس کے چنگل سے نکل کر فتح کے شادیانے بجاتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے مُحی اور قادر ہونے کے عظیم الشان نشانات کے ذریعہ دنیا کی آنکھیں چندھیا دیتی اور اسے ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

تصویر کے اس رُخ میں مذکورہ بالا موت کی کامیابی اور دم توڑتی زندگی کے چند واقعات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اب میں تصویر کا دوسرا رخ یعنی موت کی شکست اور حیات کی فتح کے مختصراً چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

موت کے حملے ناکام

محسن انسانیت وجہ تخلیق کائنات لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھیس بدل بدل کر موت نے حملے کئے۔کبھی یہودی عورت کے ہاتھ سے زہر کی پڑیا کی صورت میں، کبھی سفر طائف کے خونی ڈرامے کی صورت میں حملہ آور ہوئی مگر ہر بار ہی ناکام ہوئی۔جنگ اُحد کے موقعہ پر موت نے فتح کے نعرے لگائے مگر شرمندگی کے طمانچے کھائے۔ہر قسم کی ظلم و ستم کی راہ سے موت کی بار بار ناکامی سے کفار مکہ سٹپٹا اٹھے اور دارالندوہ میں جمع ہو کر موت کو اس میدان میں فتح یاب ہونے کے لئے ایک اور قسم کا لباس پہنانے کا فیصلہ کیا اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ موت نوجوانوں کے جلو میں رات بھر محمد ﷺ کے مکان کا محاصرہ کرے اور صبح یکدم حملہ کر کے محمد ﷺ کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔فجر کو جب کفار اس کارنامہ کی خبر سننے کے لئے استقبالیہ شادیانے بجا رہے تھے موت سر پیٹتی ہوئی حاضر ہوئی ہائے میں اندھی ہو گئی میں ہار گئی میں محمد ﷺ کی زندگی نہیں لے سکی۔اپنی اس ناکامی کی سبکی کو دور کرنے کے لئے غیظ و غضب کی جھاگ منہ میں لئے سرپٹ بھاگی اور آنحضور ﷺ کا پیچھا کیا یہاں تک کہ غار ثور پر منہ کی کھائی اور ناکام و نامراد لوٹ آئی مگر بار بار کی شکست اور انعام کے لالچ نے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور سراقہ کے روپ میں پھر گھوڑے پر چڑھ دوڑی۔آنحضور ﷺ کے قریب پہنچ کر نعرہ لگایا۔آج جیت میری ہے مگر اس موقعہ پر بھی زمین نے موت کو جکڑ لیا اور آگے نہ بڑھنے دیا۔پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے مقابلہ کے دنگل میں موت ہاری، بار بار ہاری اور زندگی جیتی ہر بار جیتی اور فتح کا تاج پہنا۔

موت نے لنگر اٹھالیا

اِس زمانہ میں ماہر ڈاکٹروں نے ایک باؤلہ سگ گزیدہ (جس پر دوسری بار مرض کا حملہ ہوا) کے بارہ میں موت کے جیتنے کا اعلان ان الفاظ میں کیا Nothing Can be Done For Abdul Karim عبدالکریم کی زندگی ختم ہے۔موت غالب آچکی ہے اس کے لئے کچھ بھی کرنا ممکن نہیں۔مگر حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کی توجہ اور دعا سے موت نے اپنا لنگر اٹھا لیا اور واپسی کی راہ لی اور حیات نے فتح کی بہار دکھائی اور آگے پھر اس بہار سے زندگی کی کئی بہاروں نے جنم لیا۔

موت کے منہ میں دبوچی زندگی نکل آئی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے یوکے کے جلسہ سالانہ ۱۹۸۸ء کے موقعہ پر اپنے خطاب میں ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کہ انڈیا میں ایک خاتون احمدی ہوئی اتفاق سے اسے سانپ نے ڈس لیا وہ بیہوش ہو گئی اس کے ناک منہ حتیٰ کہ ناخنوں تک سے خون جاری تھا۔ڈاکٹروں نے کہا کہ صرف اڑھائی گھنٹہ اس کی زندگی ہے۔لہٰذا کسی بھی نوع کی کوشش بے سود ہے اس کے رشتہ داروں نے کہنا شروع کر دیا کہ قادیانی ہو گئی تھی نا اس لئے لعنت پڑ گئی ہے۔ان جگر پاش الفاظ کے سنتے ہی ساتھ آئے ہوئے احمدی سجدہ میں گر گئے کہ اے اللہ موت برحق ہے اس سے کسی کو مفر نہیں لیکن یہاں مخالف ہنس رہے ہیں احمدیت کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں اس لئے اے قادر و محی خدا اسے نہیں مرنے دینا اِسے نہیں مرنے دینا۔اڑھائی گھنٹہ بعد ڈاکٹروں کا قرار دیا ہوا مردہ زندہ ہو گیا اور وہ خاتون ہوش میں آ کر چارپائی پر اُٹھ بیٹھی اور یوں موت کے منہ میں دبوچی ہوئی زندگی باہر نکل آئی اور علاقہ بھر نے خدائے حی و قیوم کا مردوں میں سے زندہ نکالنے کا معجزہ بچشم خود دیکھ لیا اور بزبان حال و قال سے کہا ان الله علی کل شیء قدیر ۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

موت گھوڑے کے سموں تلے کچلی گئی

۱۹۷۴ء کا واقعہ ہے ایک مرتبہ یہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا چوہدری مسعود احمد باجوہ صاحب نائب امیر ضلع کہتے ہیں کہ اپنے مربی سلسلہ مولانا وہاب صاحب کو سمجھائیں کہ احتیاط کیا کریں یہ اپنے آپ کو بڑے بڑے خطرات میں ڈال دیتے ہیں۔کیا کرتے ہیں آپ؟ عاجز نے عرض کی جہاں اکّا دکّا احمدی گھروں کو جلوس گھیرے میں لے کر تنگ کرتا ہے وہاں ان کو تسلی دینے کے لئے پہنچتا اور ان کی حفاظت کے لئے کوشش کرتا ہوں۔حضور نے فرمایا: اللہ آپ کے ساتھ اور آپ کا محافظ ہو۔آقا کی اس دعا کے نشان احقر خادم نے بارہا دیکھے ہیں۔

ایک مرتبہ ڈاکٹر چوہدری محمد نواز صاحب اور چوہدری عبدالستار صاحب سینٹری انسپکٹر پر حملہ کی خبر پا کر 'حویلی لکھا' پہنچا۔بس سے اترتے ہی جلوس میں گھر گیا اور چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ اس کی تکّا بوٹی کر دو جنت تمہاری ہے۔میں نے اپنا آخری وقت جان کر کلمہ وغیرہ پڑھ لیا اور درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور 'جنت کے امیدواروں' نے سنگ باری شروع کر دی۔اس وقت میری زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ اے اللہ تیرے سوا میرا کون ہے آج موت کے منہ سے نکال کر اپنے قادر و محی ہونے کا نشان دکھا۔

تقدیر یہی ہے تو تقدیر بدل دے
تو مالک تحریر ہے تحریر بدل دے

یہ الفاظ میری زبان پر ہی تھے کہ معاً جھٹکے سے کسی چیز نے اٹھا کر ایک ٹانگہ پر پھینک دیا جو نہ معلوم اس وقت اس جگہ کہاں سے نمودار ہوا تھا اور وہ مجھے ''وساوے والا'' میاں محمد جہانگیر وٹو صاحب کے گھر لے آیا۔''حویلی لکھا'' والے احمدی دوست بھی وہاں ہی موجود تھے اس سے دل کو تسلی ہوئی کہ جس مقصد کے لئے آیا تھا وہ بھی ان کی خیریت کے پانے سے پورا ہوا۔

اس موقعہ کا منظر بڑا ہی عجیب، حیران کن اور ایمان افروز تھا اس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ٹانگہ سرپٹ دوڑتا ہوا جلوس کو چیرتا جا رہا تھا اور ہر طرف چیخ چنگھاڑا تھا کوئی ادھر گرتا تو کوئی ادھر گرتا تھا۔ایسے لگتا تھا کہ موت جو میرے جسم کی تکہ بوٹی کرنے کے اعلان پر اپنے غالب آنے کا نعرہ لگا چکی تھی اور بزعم ایشاں 'جنت کے دروازے' ایسے جیالوں کے لئے کھول دیئے گئے تھے وہ موت ٹانگے اور گھوڑے کے سموں تلے کچلی جا رہی ہے اور یقیناً ایسا ہی ہوا موت کچلی گئی اور کمزور و نحیف زندگی نے اس کی خون آلود کچلیوں سے نجات پائی۔ٹانگے والے کو کرائے کے پیسے دینے چاہے اس نے لینے سے انکار کر دیا۔نام و پتہ پوچھا کہ بعد میں جا کر شکریہ ہی ادا کر دوں گا مگر اس نے جواباً کہا میرا کوئی نام پتہ نہیں میں نے جو کام کرنا تھا یا کہا، جو کام میرے سپرد تھا وہ میں نے کر دیا ہے اور بس۔احباب جماعت سے دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ اس رنگ و حلیہ کا اس علاقہ میں نہ تو کوئی ٹانگہ ہے نہ ٹانگے والا ہے اور تلاش بسیار کے باوجود آج تک وہ ٹانگے والا نہیں مل سکا۔اور ابھی تک معمہ اور سربستہ راز ہی ہے۔دل یقین کی آواز ہے کہ یہ آقا کی دعا کا معجزہ تھا اور بس۔

موت جنگل میں دھکیل دی گئی

تنزانیہ ایسٹ افریقہ قیام کے دوران ایک دفعہ رات تین بجے مجبوراً سفر کرنا پڑا۔مجھے Mmeda (میڈا) سے Kitangar (کیٹنگاری) تک قریباً آٹھ دس میل کا سفر پیدل کرنا تھا اور پھر بس میسر آنی تھی۔میں جنگل میں رواں دواں تھا کہ یکدم دو ڈاکو تلواریں لہراتے اور للکارتے ہوئے نمودار ہوئے۔مَیں جلدی سے کلمہ اور سورۂ یٰس کی آیات پڑھ کر درود شریف کا ورد شروع کرنے کے ساتھ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَ انْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی دعا پڑھنے لگ گیا اور دنیا کو الوداعی نظروں سے دیکھنے لگا کیونکہ ڈاکوؤں کا لوٹنے سے زیادہ غیر ملکی کو قتل کر دینا مشن کا اہم حصہ تھا۔اتنے میں انہوں نے قریب آ کر مجھ پر تلوار سونت لی۔قبل اس کے کہ تلوار مجھ پر پڑ کر میرا سرتن سے جدا کرتی میرے منہ سے ایک چیخ نکلی پیارے مولیٰ مجھے اپنی گود میں اٹھا لے۔تو پھر کیا تھا اسی لمحہ کسی چیز نے اٹھا کر انہیں آگے پھینک دیا اور پھر قدرتِ خداوندی کا عجیب نظارہ ظہور میں آیا جب آگے سے حملہ آور ہوتے تو اٹھا کر پیچھے پھینک دیئے جاتے اور پیچھے سے حملہ کرتے تو آگے پھینک دیئے جاتے اور یہ سلسلہ پندرہ بیس منٹ تک جاری رہا اور پھر اسی چیز نے انہیں دھکوں کے آگے رکھ کر جنگل میں دھکیل کر غائب کر دیا۔وہ غیر مرئی چیز کیا تھی یقیناً وہ اللہ کی ذات تھی جس نے خاک پائے محمدؐ اور غلامِ مسیح موعودؑ کو اپنی گود میں لے لیا اور خونخوار ڈاکوؤں کو اپنے دستِ قدرت کے دھکوں کی مار دے کر دفع کیا اور لق و دق جنگل سے ابھرنے والی اس موت کو جنگل میں ہی دھکیل کر اپنے قادر و محی ہونے کا عظیم نشان دکھایا۔

سچ ہے ہاں ہاں یقیناً سچ ہے کہ

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

پس یہ محاورہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے ایک واضح اور بیّن حقیقت ہے جس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کا مصداق بنائے اور اپنی حفظ و امان میں رکھتے ہوئے یہ توفیق و سعادت عطا فرمائے کہ وہ نورِ محمدیؐ کی شمعیں ہاتھ میں لئے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کو روشن کر دے اور وہ وقت آ جائے جب زمین وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا کا روپ دھار لے اور خدا عرش سے فرش پر آ جائے اور توحید کی بادشاہت دنیا میں قائم ہو اور اللہ کے محبوب حضرت اقدس محمد ﷺ کا جھنڈا ساری دنیا میں لہرائے۔آمین۔

......☆......☆......☆......

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

میاں محمد مُغل عرف مُغلا (مرحوم)

(بشیر احمد طاہر ۔ سوئٹزرلینڈ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ اسلام نے جب سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا تو اسکی ایک غرض یہ تھی کہ لوگ ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے سچے تقویٰ وطہارت کے حصول کے لیئے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت اسی پاکیزہ روحانی انقلاب کی آئینہ دار ہے۔ مکرم میاں محمد مغل صاحب عرف مغلا بھی ان احمدیوں میں سے تھے جنہوں نے قبول احمدیت کے ساتھ ہی ان تمام معاشرتی برائیوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا جو ان کے ماحول بلکہ ان کے خاندان میں نسلوں سے چلی آ رہی تھیں، اور اس راہ میں کسی مخالفت کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کی۔ یہ داستان نہایت دلچسپ بھی ہے، ایمان افروز بھی اور سبق آموز بھی۔ اللہ تعالیٰ سچائی و راستبازی سے معموران پاکیزہ روحوں کے درجات بلند سے بلندتر فرماتا چلا جائے اور ہم سب کو ان کے نیک نمونوں کو اپنانے کی سعادت و توفیق بخشے۔ (مدیر)

میرے والد صاحب بزرگوار میاں محمد مغل مرحوم جن کو عرف عام میں مُغلا کہا جاتا ہے ان کا اصل نام تو محمد مغل تھا لیکن دیہاتی ماحول ورواج کے زیر اثر ان کو مُغلا کہا جاتا تھا۔ بعدہٗ جماعت میں پھر وہ اسی نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

آپ چنیوٹ کے نزدیک دریائے چناب کے شمال مشرقی کنارے پر ایک چھوٹے سے گاؤں کوٹ محمد یار میں رہتے تھے۔ اعوان خاندان تھا۔

اگرچہ والد صاحب کی کوئی دنیوی تعلیم نہ تھی لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد عام رواج کے مطابق انہوں نے گاؤں کے مولوی صاحب سے قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا۔ جیسا کہ بعد میں ذکر کروں گا احمدیت کی روشنی پانے پر کئی ایک احادیث اور قرآن مجید کی آیات یاد تھیں۔

اُس زمانہ میں (آغاز بیسویں صدی عیسوی) ظہور امام مہدی کا بہت چرچا تھا۔ آپ تک بھی خبریں پہنچتی تھیں۔ تاریخ احمدیت سے ثابت ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لالیاں میں کچھ صحابہؓ تھے جو پاپیادہ قادیان جاتے تھے۔ بڑے بھائی ملک منظور احمد صاحب انور مرحوم کے بقول چنیوٹ میں دو صحابی حضرت مولا بخشؓ صاحب اور حضرت شیخ تاج محمود صاحبؓ تھے۔ والد صاحب کی ان سے ملاقات ہوگئی۔ والد صاحب چارہ کاٹتے اکثر دعا کرتے کہ الٰہی امام مہدی کا ظہور ہوگیا ہے تو ان کو بھی دیکھنے کی سعادت عطا فرما لیکن قادیان جانے کی کوئی صورت نہ بنتی تھی۔

آپ غالباً ان صحابہؓ میں سے کسی کی معرفت قادیان پہنچے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

(تابعین اصحاب احمد حصہ دہم)

بیعت کے بعد آپ کی شدید مخالفت شروع ہوگئی۔ میرے چچا رعب و دبدبہ والے تھے اور مویشی وغیرہ کی چوری میں ماہر بھی تھے۔ چوروں کی پشت پناہی بھی کرتے تھے۔ کسی کو ان کے خلاف گواہی دینے کی جرأت نہ ہوتی تھی مگر والد صاحب ہمیشہ ان کے خلاف سچی گواہی دیتے تھے اور ان کے غضب کا نشانہ بنتے تھے۔

بڑے بھائی بیان کرتے تھے کہ اس زمانہ میں مسجد مبارک قادیان میں نماز مغرب کے بعد مجلس عرفان ہوتی تھی اور حضرت مصلح موعود تشریف فرما ہوتے۔ کم لوگ ہوتے تھے۔ ابا میاں حضور انور کے پاؤں وغیرہ دباتے، محبت وپیار کی باتیں ہوتیں۔

حضور انورؓ فرماتے سناؤ مغلا ...... واقعات سناؤ۔ تو ابا میاں اپنے بھائیوں کے اور دیگر دلچسپ واقعات سناتے۔

ایسے واقعات حضرت خلیفہ ثانیؓ نے کئی ایک خطبات یا تقاریر میں بیان کئے ہیں۔ ایک حوالہ مجھے مؤرّخ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے بھجوایا ہے جو مشعل راہ صفحہ ۷۰۴ تا ۷۰۶ پر طبع شدہ ہے۔ یہ ۱۲؍فروری ۱۹۵۱ء کی تقریر ہے جو حضرت مصلح موعودؓ نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ایک غیر معمولی اجلاس میں فرمائی۔ قادیان میں جن خطبات وتقاریر میں ذکر فرمایا وہ سردست مجھے مل نہیں سکے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بھی ازراہ شفقت ۳۰؍جون ۱۹۹۵ء کے خطبہ جمعہ میں اور بعدہٗ اردو کلاس نمبر ۱۳۴ میں حضرت خلیفہ ثانیؓ کی تقاریر کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے کہ مُغلا ماریں کھاتے رہے لیکن حق نہیں چھپایا اور ہمیشہ سچ بولا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ والد صاحب کے ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جھنگ کا ہی ایک واقعہ ہے یہاں ایک دوست احمدی ہوئے جن کا نام مُغلا تھا۔ ان کے تمام رشتہ دار ان کے سخت مخالف ہوگئے۔ اس علاقہ کے لوگ چوری کو ایک فن سمجھتے ہیں، اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ جتنا بڑا کوئی چور ہوگا اتنا ہی چوروں میں معزز ہوگا۔ مثلاً کہا جائے گا کہ فلاں آدمی بڑا معزز ہے اس لئے کہ فلاں موقع پر اس نے اتنی بھینسیں نکال لیں۔ یا فلاں آدمی بڑا معزز ہے کہ اس نے اتنی گائیں نکال لیں۔

پھر چوروں میں اس حد تک نظام قائم ہوتا ہے کہ ہر علاقہ میں جو چند ضلعوں یا چند تحصیلوں پر مشتمل ہوتا ہے علاقہ کے سب چور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور مال مسروقہ میں سے اس کا حصہ نکالتے ہیں۔ مغلا ایسے ہی بادشاہوں میں سے ایک تھے جو بعد میں احمدی ہوگئے اور چوری سے انہوں نے توبہ کرلی۔ انہوں نے بتایا کہ علاقہ کے چور مال مسروقہ کا پانچواں یا دسواں یا بارھواں حصہ میرے گھر پر لاتے تھے۔ اور وہ سنایا کرتے تھے کہ چوروں کے اندر ایسا نظام موجود ہے کہ بعض چوری کی ہوئی چیزوں کو دو دو تین تین سو میل تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ ہر ایک جگہ کا اڈہ مقرر ہوتا ہے اور پہلے سے ہی یہ طے ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسروقہ چیز مشرق کے کسی علاقہ سے نکالنی ہے تو اتنے میل پر فلاں آدمی کو دے آؤ۔ اور اگر مغرب کو مال نکالنا ہے تو چھ سات میل پر ایک دوسرے آدمی کو دے آؤ۔ اسی طرح شمال اور جنوب میں ایک ایک آدمی مقرر ہوتا ہے۔ چور مخصوص حالات کے مطابق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مال فلاں طرف نکالا جائے۔ مثلاً اگر وہ دیکھتا ہے کہ جس کے ہاں چوری کی گئی ہے اس کی رشتہ داریاں مشرق میں ہیں تو وہ مسروقہ مال مغرب کی طرف بھیج دے گا۔ اور اگر رشتہ داریاں مغرب میں ہیں تو وہ اسے مشرق کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کی رشتہ داریاں شمال کی طرف ہیں تو مال جنوب کی طرف بھیج دے گا۔ اور اگر رشتہ داریاں جنوب کی طرف ہیں تو وہ مال شمال کی طرف بھیج دے گا۔ مثلاً بیکانیر گورداسپور سے کتنی دور ہے لیکن ہمارے علاقہ کا مسروقہ مال بیکانیر تک جاتا تھا۔

پھر چوروں میں ایک قسم کا نظام ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر کوئی جانور چوری کرتا ہے تو وہ حالات کے مطابق اسے دس بارہ میل پر کسی مقررہ اڈے پر پہنچا دے گا اور اسے مثلاً دسواں حصہ قیمت کا مل جائے گا۔ اس طرح وہ ایک عام اندازہ لگا کر قیمت کے حصے کرتے جائیں گے اور آخری وقت اسے بیچ کر اپنا حصہ پورا کرے گا۔

ایک دفعہ سکھوں نے میری گھوڑیاں چرالیں اور پولیس نے میرے خیال میں انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن چونکہ پولیس والے ایسے معاملات میں مجرموں سے کچھ لے کر کھا پی بھی لیتے ہیں اس لئے وہ سفارش بھی لے آئے کہ انہیں معاف کر دیں اور اپنی رپورٹ واپس لے لیں۔ یہ لوگ گھوڑیاں واپس دے دیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر انہوں نے معاف کردیا اور پولیس نے اپنی رپورٹ واپس لے لی تو بعد میں گھوڑیاں غائب کردی جائیں گی۔ مَیں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ ہمارے وہ دوست میرے پاس پہنچے اور انہوں نے کہا: مَیں نے سنا ہے سکھوں نے آپ کی گھوڑیاں چرا لی ہیں۔ وہ لوگ سیدھی طرح تو گھوڑیاں واپس نہیں کریں گے۔ آپ اجازت دیں تو مَیں ان کی گھوڑیاں چوری کروا دوں۔ اس طرح وہ آپ کی گھوڑیاں واپس کردیں گے۔ مَیں نے کہا آپ نے توبہ کی ہوئی ہے، اپنی توبہ پر قائم رہیں گھوڑیوں کی خیر ہے۔ .... غرض جب کوئی شخص سچائی کے ساتھ کام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ خود اس کا بدلہ لیتا ہے۔ مُغلا جب احمدی ہوئے تو انہوں نے قومی عادت یعنی چوری کو ترک کردیا اور جھوٹ بولنا بھی چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ ابتدائی جرم ہوتا ہے۔ ان کے ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں نے ان کا بائیکاٹ کردیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مُغلا کافر ہوگیا ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان کا لڑکا کافر ہوکر سچ بولنے لگ گیا ہے اور چوری بھی اس نے چھوڑ دی ہے............۔

غرض جب چور چوریاں کرکے گھروں میں واپس آتے تو تعاقب کرنے والے بھی پہنچ جاتے اور کہتے تم نے ہمارا مال چرایا ہے۔ لیکن وہ کہتے نہیں۔ اور اکثر قرآن کریم بھی اٹھا لیتے۔ لوگ چونّی اُٹھنّی پر قسمیں کھا لیتے ہیں۔ پھر بھینسیں یا گائے پر وہ قرآن کیوں نہ اٹھاتے۔ تعاقب کرنے والے چوروں کی قسموں پر اعتبار نہ کرتے اور کہتے لاؤ مغلے کو۔ اگر وہ کہہ دے کہ تم نے مال چوری نہیں کیا تو ہم مان جائیں گے۔ وہ وہاں پہنچتے اور مُغلے سے کہتے تم گواہی دو کہ ہم نے ان کا مال نہیں چرایا۔ وہ کہتے مَیں کیسے کہوں کہ تم نے مال نہیں چرایا۔ کیا تم فلاں مال چرا کر نہیں لائے۔ ان کے بھائی کہتے کیا تم ہمارے بھائی ہو یا ان کے بھائی؟ وہ کہتے اس میں کوئی شک نہیں کہ تم میرے بھائی ہو لیکن کیسے ہوسکتا ہے کہ مَیں جھوٹی گواہی دوں۔ وہ انہیں مارتے پیٹتے اور سمجھتے کہ اب مار کھا کر عقل آ گئی ہوگی لیکن وہ دوبارہ یہی کہہ دیتے کہ تم نے چوری کی ہے۔

میاں مُغلا سنایا کرتے تھے کہ جب کوئی چوری کا معاملہ میرے سامنے آتا تو مَیں خیال کرتا کہ اگر سچ بولا تو میرے بھائی اور دوسرے رشتہ دار مجھے ماریں گے اور اگر جھوٹ بولا تو گناہگار ہوجاؤں گا۔ اس لئے مَیں کہہ دیتا کہ مَیں تو آپ کے نزدیک کافر ہوں پھر آپ میری گواہی کیوں لیتے ہیں۔ وہ کہتے تم کافر تو ہو لیکن سچ بولتے ہو۔ پھر مَیں کہتا میرا اس معاملہ میں کیا واسطہ ہے لیکن وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتے۔ میرے بھائی اور رشتہ دار مجھے چٹکیاں کاٹتے اور مجبور کرتے کہ مَیں جھوٹ بول دوں۔ لیکن مَیں کہتا تم لائے تو تھے فلاں بھینس، پھر مَیں کیسے جھوٹ بولوں۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ مجھے خوب مارتے۔ وہ دوست تنگ آ کر قادیان آ گئے اور ایک احمدی انجینئر خان بہادر نعمت اللہ خان مرحوم تھے جنہوں نے ربوہ کے قریب دریائے چناب پر پُل بنایا تھا، انہیں ملازم کرادیا“۔

شادی

والد صاحب کے رشتہ دار کہا کرتے تھے کہ تم برادری سے کٹ گئے ہو اب تمہارا رشتہ نہیں ہوگا۔ اس لئے برادری میں رشتہ تو ناممکن تھا۔ آپ قادیان اکثر آتے جاتے تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ سے خاص دوستی تھی۔ اکثر ان کے ہاں ہی قیام کرتے اور رشتہ کے بارہ میں دعا کی بھی اکثر درخواست کرتے۔ ہم زبان بھی تھے۔ خاکسار راولپنڈی تھا، ۱۹۷۰ء کی بات ہے مرحوم سید اعجاز احمد شاہ صاحب جن کو ایک لمبا عرصہ بطور انسپکٹر بیت المال خدمات سلسلہ کی سعادت ملی۔ ایک شام کسی مجلس میں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری والدہ ملتان کی تھیں؟ مَیں نے اثبات میں جواب دیا۔ کہنے لگے کہ تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے والد صاحب کی شادی کیسے ہوئی تھی۔ مَیں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کہنے لگے تو سنو! قادیان میں قیام کے دوران تمہارے والد صاحب ایک بار پھرتے پھراتے آئے۔ قیام تو حسب معمول حضرت مولانا راجیکیؓ صاحب کے ہاں ہی تھا۔

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کسی تحریر میں مشغول تھے۔ تمہارے والد صاحب نے حسب عادت و معمول رشتہ کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مولاناؓ نے تحریری کام کی گہرائی کی وجہ سے مداخلت پر ذرا خفگی کا اظہار کیا جس کا مفہوم تھا کہ میں نے تمہارے لئے یہاں رشتے رکھے ہوئے ہیں۔ ادھر سے آتے ہو تو رشتہ کی بات، ادھر سے آتے ہو تو رشتہ کی بات۔ والد صاحب سناٹے میں آگئے کہ لو مولوی صاحب بھی خفا ہو گئے۔ خاندان کی اذیت و تکلیف پر اس سہارے کا بھرم بھی ٹوٹتا نظر آیا۔ دل غم سے بھر گیا اور صبر کا بندھن ٹوٹ گیا۔ آنکھوں کے نیر ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ حضرت مولاناؓ نے جو خاموشی دیکھی تو نگاہ اوپر اٹھائی، آنسوؤں کا امڈتا ہوا ایک ریلا نظر آیا۔ فوراً اٹھے اور والد صاحب کو گدی سے پکڑ کر کمرے میں جائے نماز پر لے گئے کہ جتنا رونا ہے یہاں رو لے۔ جو کچھ ملے گا یہاں سے ملے گا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

کچھ دنوں کے بعد ملتان سے ایک شخص آئے اور حضرت مولانا راجیکیؓ صاحب سے کہا کہ میری دو بیٹیاں ہیں۔ ایک کی شادی تو با مجبوری غیر از جماعت رشتہ داروں میں ہو چکی ہے، دوسری کی شادی میں چاہتا ہوں کہ احمدی سے ہو۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ حضرت مولاناؓ نے فرمایا ہاں ہاں ایک زمیندار گھرانے سے ہی نوجوان ہے دیکھ لو۔

میرے نانا مرحوم حافظ قرآن تھے اور ادھر ملتان کے کسی نزدیکی گاؤں سے آئے تھے۔ نانا جان مرحوم نے کہا کہ نہیں نہیں آپ کو منظور ہے تو مجھے بھی منظور ہے۔ یہ میرا پتہ ہے نوجوان کو بھیج دینا۔

واپس آکر حضرت نانا جان مرحوم نے گھر کے افراد کو بتا دیا۔ افراد خانہ (میرے ماموں وغیرہ) ناراض ہو گئے کہ نہ دیکھا نہ بھالا، نہ اتہ نہ پتہ، زبان دے آئے۔ اُدھر والد صاحب کے ملنے پر حضرت مولانا راجیکیؓ نے خوشخبری سنائی اور پتہ دے کر لودھراں بھیجا۔ قادیان سے واپسی پر تقدیر الٰہی سے نانا جان جلد ہی فوت ہو گئے۔ اس کے بعد اگلے واقعات ماموں جان مرحوم روتے ہوئے بیان کرتے تھے کہ جب تمہارے والد صاحب آئے تو میں نے زبان، کلچر، ظاہری طور طریقے دیکھ کر فوراً انکار کر دیا اور تمہاری والدہ صاحبہ کو بھی انکار کرنے پر زور دیا اور کئی قسم کے نقص نکالے۔ تمہاری والدہ مرحومہ نے صاف کہہ دیا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسے آپ بیان کرتے ہیں لیکن ایمان تو ہے ناں۔ میں ہرگز انکار نہیں کروں گی۔ والد صاحب (خاکسار کے نانا جان مرحوم) نے جہاں زبان دی ہے میں ہرگز ہرگز اُس سے انکار نہیں کروں گی۔

چنانچہ شادی کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ ادھر برادری میں والد صاحب نے آکر بتایا تو سب مذاق کریں کہ تمہارے ساتھ کسی نے دل لگی کی ہے۔ تمہیں بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔

بہرحال حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی معیت میں کل چار افراد کی بارات سے والد صاحب، والدہ مرحومہ کو بیاہ لائے۔ یہ رشتہ کیا بابرکت ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کیا کیا فضل نازل فرمائے یہ ایک لمبی داستان ہے۔

اولاد

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم ایک بہن اور پانچ بھائی ہیں۔ بڑے بھائی مرحوم ملک منظور احمد صاحب انور تھے جو مکرم عزیزم رشید احمد صاحب ارشد مبلغ سلسلہ انگلستان کے والد تھے۔ عزیزم رشید احمد ارشد نے جامعہ احمدیہ سے تعلیم پاکر پھر مرکزی ہدایت پر چینی یونیورسٹی سے چینی زبان میں ڈگری لی اور آج کل اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان میں مولانا محمد عثمان چاؤ (چینی) کے ساتھ مل کر چینی زبان میں ترجمہ و تالیف کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

خاکسار کے ایک بھائی مکرم منیر احمد صاحب جو سکول کی ملازمت سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ دوسرے بڑے بھائی ملک لطیف احمد صاحب شاد ہیں اور احمدیہ بک ڈپو کراچی کے انچارج ہیں۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ سب سے چھوٹا بھائی ڈاکٹر خلیل احمد ناصر PCSIR لیبارٹری کراچی میں سینئر سائینٹیفک آفیسر (Senior Scientific Officer) ہیں۔ بڑی بہن کی شادی حضرت عبداللہ سنوریؓ صاحب کے خاندان میں ہوئی۔ وہ لاہور میں ہیں۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر لطیف احمد ٹیچی مان (غانا) میں نصرت جہاں سکیم کے تحت احمدیہ ہسپتال میں قریباً چھ سال گزار کر اب پاکستان واپس جا چکے ہیں۔ خاکسار بشیر احمد طاہر مع بیوی بچوں کے خدا تعالیٰ کے فضل سے سوئٹزرلینڈ میں ہے۔ الحمدللہ علی ذلک

والد صاحب مرحوم جن کے بارہ میں برادری نے اعلان کیا تھا کہ ان کی شادی نہیں ہوگی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اسلام احمدیت کی برکت سے اتنی اولاد دی کہ اگر اکٹھا کیا جائے تو پورا ایک گاؤں آباد ہو سکتا ہے۔ اولاد و احفاد کی تعداد ستر (۷۰) سے اوپر جا رہی ہے۔

دوسری طرف والد صاحب کے بھائی بہنیں جو احمدیت کے مخالف تھے ان میں سے میرے ایک چچا قتل ہوئے۔ دوسرے بغیر شادی کے وفات پا گئے۔ بڑے چچا کے دو بیٹے تھے لیکن اب کوئی نرینہ اولاد نہیں اور نسل ختم ہو گئی۔ والد صاحب کی دو بہنیں تھیں ان کی نسل سے بھی کوئی نرینہ اولاد نہ چلی سوائے ایک آدھ کے۔ اور ان کی نسل بھی برائے نام ہے۔ اس میں بھی عقل اور سمجھ رکھنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کے بڑے نشان ہیں۔

علمی، دینی و تبلیغی ذوق

والد صاحب شروع میں عام دینی تعلیم سے نابلد تھے۔ ہاں احمدیت قبول کرنے کے بعد اوائل جوانی میں گاؤں کی مسجد کے مقامی مولوی سے قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا اور آخری عمر تک اس کی تلاوت کثرت سے کرتے رہے۔ دوسری طرف خدا تعالیٰ کے فضل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان کی برکت سے آپ علم و معرفت میں بہت ترقی کر گئے۔ کئی ایک احادیث اور آیات قرآن مجید یاد تھیں۔ غیر از جماعت افراد اور ہندوؤں سے بہت بحث مباحثہ کرتے اور اسلام احمدیت کی صداقت پر دلائل دیتے۔ تبلیغ کے لئے نئے نئے طریقے نکالتے۔

ابھی اپنے بھائیوں کے ساتھ زمیندارہ کرتے تھے۔ شادی نہیں ہوئی تھی۔ مخالفت زوروں پر تھی۔ ادھر پیغام حق پہنچانے کا جذبہ و جنون بھی دل میں موجزن...........ہمارے علاقہ میں عورتیں کھیتوں میں کام کرنے والے مردوں کے لئے (چاہے سردیوں میں توے کی روٹی ہو خواہ گرمیوں میں تندور کی) ایک ایک بڑی روٹی پکایا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی بھی ایک ہی روٹی ہوتی تھی۔ آپ اکثر کسی نہ کسی کو تبلیغ کرتے کرتے کھانے پر لے آتے۔ جھگڑا ہوتا کہ اب اس کو کہاں سے دیں۔ والد صاحب فرماتے ''میری گلّی اینہوں دیو جا''۔ یعنی میری روٹی اسے دے دیں......

مُغلا جو کہندا اے سچ کہندا اے

اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ آپ کھیت میں اکیلے چارہ کاٹ رہے تھے کہ آپ کے کانوں میں کسی دردناک گیت (پنجابی ڈھولے) کی آواز پڑی۔ دیکھا تو ایک عمر رسیدہ شخص گیت گاتا اور روتا جا رہا تھا۔ آپ کا دل پسیج گیا، بلایا، حالات سنے، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ وہ بولا فلاں پیر کے پاس دعا کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بابا ایک بات تو بتاؤ کہ جب سورج نکل آئے تو کیا دئے، بتیاں جلتی رہتی ہیں کہ بجھا دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ بجھا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اب چھوڑو بابا ان دیوں، بتیوں کو۔ سورج نکل آیا ہے، امام مہدی آگیا ہے اسے مان لو تمہارے دکھ دور ہوں گے...... چنانچہ اسے دوسرے دن چنیوٹ لے جانے کی غرض سے اپنے ساتھ کر لیا ......گھر جاتے ہوئے سوچا کہ مخالفت شدید ہوگی، اسے پھسلانے اور گمراہ کرنے کے لئے کوشش ہوگی۔ کیا ترکیب ہو۔ خدا تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی۔ اس بوڑھے کو کہنے لگے کہ دیکھو بابا! میرے گھر والے اور دوسرے لوگ تمہیں مجھ سے بدظن کریں گے اور تمہیں جدا کریں گے۔ کئی ایک قسم کی باتیں کریں گے تم صرف ایک بات کہنا: 'مُغلا جو کہندا اے سچ کہندا اے'، مُغلا جو کہندا اے سچ کہندا اے۔ یعنی مُغلا جو کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ آپ نے اس کو اس بات پر اچھی طرح مضبوط کر لیا۔

چنانچہ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ لیکن بابا بھی ہر بار یہی کہے کہ ''مغلا جو کہندا اے سچ کہندا اے''۔ گاؤں کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ تو تھک گئے کہ مغلے نے خوب پٹی پڑھائی ہے، یہ بابا کسی کی نہیں سنتا...... دوسرے دن چنیوٹ جاتے ہوئے غالباً بازار ستاراں میں لوگوں نے پہلے تو بابے کو گمراہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار بابے کے یہ کہنے پر کہ ''مغلا جو کہندا اے سچ کہندا اے'' (کہ مغلا جو کہتا ہے سچ کہتا ہے) اسے زبردستی والد صاحب سے چھین کر کسی جگہ بند کر دیا اور والد صاحب کو کسی اور جگہ بند کر دیا۔ کافی دیر کے بعد الگ الگ وقتوں میں چھوڑا۔ والد صاحب نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ نہ مل سکا۔

والد محترم نے اپنے سب بچوں کو تعلیم سے آراستہ کیا۔ میرے دو بڑے بھائی منظور احمد صاحب انور اور لطیف احمد صاحب شاد مڈل تک قادیان میں پڑھے۔ ہم تین چھوٹوں کی تعلیم زیادہ تر تعلیم الاسلام ہائی سکول و کالج ربوہ میں ہوئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے تقسیم ہند کے بعد ہم لاہور میں تھے۔ بڑے بھائی منظور احمد صاحب انور حلقہ برانڈرتھ روڈ کے محصل مقرر ہوئے۔ چندہ جات کا حساب کتاب کرتے دیکھ کر والد صاحب بہت خوش ہوتے کہ ان کا بیٹا خادم دین ہے۔ گھر میں مغرب و عشاء کی نماز باجماعت ہوتی۔ جلسہ سالانہ قادیان اور پھر ربوہ جانے کا خاص انتظام کرتے۔ ہر سال بطور زائر مشاورت پر جانے کا خاص اہتمام فرماتے۔ پگڑی پہنتے تھے۔ لباس شلوار قمیص اور سردیوں میں لمبا بڑا کوٹ پہنتے تھے۔ ۱۰/۱ حصہ کے موصی تھے۔ تحریک جدید میں باقاعدہ تھے۔ خاکسار نے حضور انور کی مبارک تحریک پر ان کی طرف سے چندہ دینا شروع کیا تھا۔ چند سال قبل خیال آیا کہ والد صاحب کا ریکارڈ مرکز سلسلہ سے منگواؤں۔ تحریک جدید مرکزیہ سے تفصیل آنے پر خاکسار نے ان کے وعدہ کو بڑھا چڑھا کر ۲۰۰۰ء تک کل رقم ادا کر دی۔ ان کی آمد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے وعدہ کی ادائیگی چندہ کا حساب لگایا تو ہم آج ہزاروں لینے والے بھی تناسب سے ابھی ان کی قربانی کی گرد کو بھی نہیں پہنچ پا رہے۔ حضور انور رحمہ اللہ نے درست فرمایا تھا کہ ہم اپنے بزرگوں کی قربانیوں کے پھل کھا رہے ہیں۔

والد صاحب بہت دعا گو تھے۔ دنیاوی تعلیم نہ ہونے کے باوجود احمدیت نے ان کے قلب صافی میں نور ہی نور بھر دیا تھا۔ پارٹیشن کے بعد مالی حالات بہت ہی مخدوش تھے۔ ہماری کاپی پنسل تک کے لئے پیسے نہ ہوتے۔ بڑے بھائی لطیف احمد صاحب شاد بیان کرتے ہیں کہ میاں جی (والد صاحب) کو جب کہا جاتا کہ یہ بے بسی و غربت کب ختم ہوگی۔ جب آپ کی دعائیں خدا تعالیٰ سنتا ہے تو یہ کیوں دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مالی کمزوری دُور فرمائے۔ وہ مسکرا دیتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ کیا کہے گا کہ مانگا بھی تو کیا مانگا۔ خدا تعالیٰ تمہیں سب کچھ دے گا۔ گاڑیاں (کاریں) بھی مل جائیں گی۔ خدا تعالیٰ سے دنیا مانگتے مجھے شرم آتی ہے۔ میں تو تمہارے لئے دین مانگ رہا ہوں۔

اسی طرح کچھ عرصہ کے لئے چندہ میں سے تخفیف کرانے کی منت کی جاتی تو فرماتے: خدا تعالیٰ کیا کہے گا کہ واہ مغلے میرے پاس آنے کا وقت آیا تو چندہ روک دیا۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔

وفات سے ایک آدھ سال قبل جبکہ میں ابھی مڈل بھی پاس نہ کر پایا تھا، آپ عارضی طور پر چیچہ وطنی کی ملیاں ایک پاور ہیڈ ورکس پر ملازم تھے۔ نہ جانے کیا خیال آیا، مجھے بلایا۔ (خاکسار لاہور پڑھتا تھا اور دو چار چھٹیاں ہونے پر شکار کرنے آپ کے پاس چلا جاتا تھا۔ غلیل سے پرندوں کا شکار کرنا اور کنڈی سے مچھلیاں پکڑنا بڑا مشغلہ تھا)۔ کہنے لگے: بشیر! میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: کیا؟۔ فرمانے لگے کہ وعدہ کرو کہ میٹرک کے بعد زندگی وقف کرو گے۔ میں نے لاعلمی کی وجہ سے پوچھا وہ کیا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے زندگی دے دینا۔ میں غیر از جماعت مولوی حضرات کے کرتوت و اعمال بد دیکھتا، پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس تاثر سے مولوی پن سے شدید نفرت تھی۔ والد صاحب نے

غالباً سمجھا یا اور بندہ نے بادل ناخواستہ ہاں کردی۔ لاہور میں مڈل کے ورنیکلر امتحان میں میرے ہائی نمبر تھے۔ ہیڈ ماسٹر نے میرے حالات جانتے ہوئے سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کردیا کہ اپنے والد صاحب کو بلالاؤ۔ میں میاں جی (والد صاحب کو ہم میاں جی کہتے تھے) کو بلالایا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ بابا تمہارا بیٹا لائق ہے، تم اسے پڑھا نہیں سکتے۔ یہ مجھے دے دو۔ میری اولاد نہیں، مَیں اسے اعلیٰ تعلیم دلاؤں گا۔ والد صاحب نے میری طرف دیکھا، مَیں سر جھکائے کھڑا تھا۔ مَیں نے سر کی ہلکی سی جنبش سے انکار کردیا۔ ہیڈ ماسٹر نے دیکھا تو کہنے لگا بابا بچے سے کیا پوچھتے ہیں فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ بچے نے۔ والد صاحب بڑی سادگی سے فرمانے لگے" چبل کھاتے اینہے پڑھنا کہ مَیں"۔ کہ اس بیوقوف نے پڑھنا ہے کہ مَیں نے۔ بہرحال بحث تمحیص کے بعد بندہ نے سرٹیفکیٹ لیا اور ربوہ جماعت نہم میں داخلہ لے لیا۔ رہائش گاؤں کے مکان میں رکھی جو والد صاحب کی ملکیت میں تھا۔ خدا تعالیٰ کا فیصلہ آچکا تھا۔ اسی سال والد صاحب بیمار ہوئے۔ دسمبر میں بڑے بھائی لطیف احمد شاد صاحب ان کو جلسہ سالانہ کے بعد کراچی بغرض علاج لے آئے لیکن آپ جلد ہی ۱۹۵۸ء میں وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خاکسار نے میٹرک کیا۔ احمدیت و اسلام کے بارہ میں شعور قدرے بیدار ہوچکا تھا۔ زندگی وقف کی۔ وکالت دیوان نے منظوری دیتے ہوئے جامعہ احمدیہ میں داخل کروادیا۔ یہ تو مجھے بعد میں علم ہوا کہ مجھے داخلہ والد صاحب بزرگوار کے مرتبے کی وجہ سے ملا کیونکہ اس وقت کے اکثر بڑے بزرگ اور سلسلہ کے عہدیدار والد صاحب کو جانتے تھے۔ اگرچہ میٹرک میں میری ہائی فرسٹ ڈویژن تھی تاہم والد صاحب کے علم و معرفت کے مقابلے میں ابھی طفل مکتب تھا جو گھٹنوں کے بل بھی نہ چل سکے۔ تقدیر الٰہی سے بیمار ہوا۔ ہرچند ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب (مرحوم) اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) نے انتہائی نگہداشت و توجہ سے ایلوپیتھی و ہومیوپیتھی علاج فرمایا لیکن کوئی فرق نہ پڑا۔ آخر وکالت دیوان نے بورڈ بٹھا کر فیصلہ فرمایا کہ خاکسار بیماری کی وجہ سے آئندہ تعلیمی بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور اولیٰ جماعت سے فارغ کردیا گیا۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب (مرحوم) نے مجھے بڑے پیار سے رخصت کرتے ہوئے فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ بشیر تمہارا وقف خدا تعالیٰ کے نزدیک منظور ہے لیکن سلسلہ کی اپنی مجبوریاں ہیں۔

جامعہ احمدیہ میں اس ڈیڑھ دو سال کے عرصہ نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی۔ خاکسار نے خدا تعالیٰ کے فضل سے بعد میں ایف۔اے، بی۔اے اور پھر حضرت میر داؤد احمد صاحب کے مشورہ و اعانت سے ملازمت کے دوران ہی بی۔ایڈ کرکے اپنے آپ کو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پیش کردیا۔ جس پر نصرت جہاں سکیم کے دفتر سے اطلاع ملی کہ ٹھیک ہے جب ضرورت پڑی بلالیں گے۔

آج ہم جو کچھ ہیں، اپنے فقیر منش درویش باپ اور مہاجر ماں جن کا نام بھی ہاجرہ بی بی تھا کی دردبھری دعاؤں کے طفیل فضل الٰہی کی بارش کے نتیجہ میں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آسمان سے نازل ہوئی۔

میری والدہ محترمہ بھی نہایت نیک اور دعاگو خاتون تھیں۔ گاؤں کی بوڑھی چند ایک احمدی عورتیں ہمیں روتی ہوئی بتاتی تھیں کہ تمہاری والدہ مرحومہ درثمین کی نظمیں 'اسلام سے نہ بھاگو راہ ھدیٰ یہی ہے' اور 'حمد و ثنا اسی کو جوذات جاودانی' بہت پڑھتی تھیں۔ سجدات میں غیر احمدی شریک برادری (چچیاں) کی عورتوں کے ظلم و ستم سہتی ہوئی روتی اور بہت دعا کرتی تھیں۔ یہ چچیاں اپنے صحن کا کوڑا کرکٹ تمہاری والدہ مرحومہ کے صحن میں پھینک دیتیں۔

خاکسار کے بڑے بھائی منظور احمد صاحب انور مرحوم کے بیان کے مطابق والد صاحب کے تعلقات جن بڑے صحابہؓ سے تھے اور جن کی صحبت صالحہ سے فیضیاب ہوئے ان میں سے سرفہرست حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ، حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ، حضرت مولوی محمد صادق صاحبؓ، حضرت مولانا غلام سرور صاحبؓ، حضرت میاں محمد صدیق صاحب بانیؓ، اور شاہ ولی اللہ صاحبؓ ہیں۔ ان کے گھروں میں بھی بے تکلفی سے چلے جاتے۔ قادیان میں قیام عموماً حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے ہاں ہوتا۔ اور بعض دفعہ بیوی بچوں سمیت حضرت محمد صدیق صاحب بانیؓ کے ہاں بھی قیام کرتے۔

ہم تین چھوٹے بھائی ابھی بہت ہی صغرسنی میں تھے کہ والدہ مرحومہ ایک جلسہ سالانہ سے چند روز قبل داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والد صاحب نے اس صدمہ اور غم کو کس صبر و شکر سے برداشت کیا واللہ اعلم بالصواب۔

دلچسپ واقعات

خاکسار نے اپنی پھوپھی جان اور بہن بھائیوں وغیرہ سے بعض واقعات سنے جو دلچسپ بھی ہیں اور ازدیاد ایمان کا موجب بھی۔

پھوپھی جان بیان کرتی تھیں کہ خاندان کے افراد جب کوئی جانور وغیرہ چوری کرکے لاتے اور پکڑے جانے کا خطرہ سر پر منڈلانے لگتا تو فوراً اس جانور کو ذبح کردیتے۔ گوشت تو گھروں میں تقسیم کردیا جاتا اور جانور کی اوجھڑی، انتڑیاں، گوبر، خون وغیرہ باڑے کے درمیانے حصہ میں بڑا سا گڑھا کھود کر دبادیا جاتا اور اوپر گوبر وغیرہ ڈال کر اپنے جانور باندھ دیتے۔ تمہارے والد صاحب ایسی ہنڈیا نہیں کھاتے تھے اور کہہ دیتے مجھے اپنی بھینس کے دودھ سے روٹی دے دو۔

اسی طرح کا واقعہ میرے چھوٹے پھپھا جی سناتے تھے (میری چھوٹی پھوپھی جان بھی بڑی نیک خاتون تھیں۔ والد صاحب سے بہت پیار تھا۔ ان کی شادی سانگراں سے جانب جنوب چناب کے کنارے کسی گاؤں میں ہوئی تھی۔ مرحومہ دریائے چناب میں ڈوب کر فوت ہوئیں) کہ ایک شادی کے موقع پر ہم نے چوری کا جانور ذبح کرڈالا۔ رات کو تمہارے والد صاحب نے کھسر پسر سن لی۔ دوسرے دن صبح سویرے اٹھے اور خاموشی سے چنیوٹ اپنے گاؤں کی راہ لی۔ ہمیں پتہ چلا تو لگے منت سماجت کرنے۔ تمہارے والد کہیں کہ تم نے چوری کا جانور ذبح کیا۔ مَیں حرام گوشت نہیں کھاؤں گا، نہ رہوں گا۔

بھائیوں کے ساتھ زمیندارہ کرتے تھے۔ مقامی مسجد کے مولوی صاحب سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ صبح سویرے قرآن مجید کا سبق بھی لینا اور پھر جانوروں کے لئے چارہ بھی کاٹنا۔ پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار چارے والی کھیتی ذرا دُور دریا کے نزدیک تھی۔ دوسرے بھائی چارہ صبح سویرے کاٹ کر اپنے حصے کے جانوروں کو ڈالتے تو آپ کے ابا جی کے حصے والے جانور بیچارے بے چین ہوجاتے اور دوسرے جانوروں کو کھاتا دیکھ کر رسے توڑتے اور اس طرح جانوروں میں بھی لڑائی ہوتی اور بھائیوں میں بھی۔ اسی طرح کے ایک جھگڑے میں تمہارے والد نے غصہ میں آکر کہہ دیا "ایہہ کیاری مگروں وی نہیں لہندی"۔ کہ اس کیاری کا چارہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ مراد تھی کہ مَیں نے قرآن مجید کا سبق بھی پڑھنا ہوتا ہے اور اتنی دور سے پھر چارہ بھی کاٹنا ہوتا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس سال سیلاب آیا اور وہ پوری کی پوری کیاری (کھیت) دریابُرد ہوگئی۔ بھائی طعنہ دیں کہ لے مغلا کہتا تھا کہ کیاری سے جان نہیں چھوٹتی۔ یہ کیاری ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔

خاندان کے پاس گائیں بھینسیں اور دوسرے جانور بہت تھے۔ پھوپھی صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ تمہارے والد صاحب گھر میں جھگڑا کھڑا کردیتے کہ ہم پر زکوٰۃ لازم ہے، ان کی زکوٰۃ نکالو۔ لیکن دوسرے بھائی اس طرف توجہ نہ دیتے تھے۔ ایک سال جانوروں میں بیماری پھیل گئی اور بہت سے ڈھور ڈنگر مرگئے۔ تمہارے والد خوب ہنستے کہ لو اور زکوٰۃ نہ دو۔

احمدیت میں داخلہ پر خاندان میں رشتہ کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن ماں آخر ماں ہے۔ یعنی ہماری دادی صاحبہ کو فکر رہتی تھی۔ پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ تمہارے والد چوری چھپے قادیان چلے جاتے۔ لیکن والدہ کو بتادیتے کہ وہ کہاں جارہے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ آدھی رات کے وقت (بقول پھوپھی صاحبہ) کمرے میں کھسر پُسر ہوئی۔ اندھیرا تھا۔ مَیں والدہ کے قریب ہی دوسری چارپائی پر سوئی ہوئی تھی۔ تمہارے والد صاحب نے ماں سے آہستہ سے کہا کہ "اماں ساتھ اے"۔ ماں بولی "پُتر ساک اے کتھے اے"۔ والدہ اونچا سنتی تھی۔ والد صاحب اونچا بولنا نہیں چاہتے تھے۔ مبادا کسی کو خبر ہوجائے۔ ہر بار والد صاحب کہتے "اماں ساتھ اے"۔ ساتھ اے سے مراد تھی کہ میرا کوئی ساتھی ہے جس کے ساتھ قادیان جارہا ہوں۔ والدہ ہر بار پوچھتی "پتر دس کتھے ساک اے"۔ (بیٹا بتاؤ رشتہ کہاں ہے؟)۔ پنجابی میں "ساک" رشتہ کو کہتے ہیں۔ غرض اس دلچسپ مکالمہ میں پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میری ہنسی نکل گئی۔ والد صاحب نے پیار بھرے انداز میں ڈانٹ کر کہا اچھا تمہیں پتہ لگ گیا ہے تو اب چُپ رہنا، زبان بند رکھنا۔ بہرحال ماں نے کچھ تمبا کو دیا کہ بیچ کر سفر کا خرچہ پورا کرلینا۔

آپ قادیان آتے جاتے رہتے تھے۔ جب بھی خاندان سے دِل کبیدہ و مضطر ہوتا، قادیان چلے جاتے۔ بھائی پیچھا کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ سے منت سماجت کرکے واپس لے جاتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے۔ ریل تو نہیں تھی۔ لاہور چک جھمرہ لائیلپور (فیصل آباد) ریل تھی۔ والد صاحب کچھ پیدل، کچھ ٹانگے اور کچھ ریل پر سفر کرتے۔ ایک بار کرایہ کم تھا۔ جہاں تک ممکن تھا ٹکٹ لے لیا۔ ٹکٹ چیکر نے پکڑ لیا کہ ٹکٹ دکھاؤ۔ والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی جھوٹ موٹ کہانی بناؤں تو یہ سراسر غلط ہے۔ "کہاں جانا ہے" کے جواب میں قادیان کا نام لوں تو اتار بھی دیا جاؤں گا اور سزا بھی ملے گی۔ سوچا "خاموش رہو"۔ اب بار بار ٹکٹ چیکر پوچھے ٹکٹ کہاں ہے، کہاں جانا ہے؟ 'ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم' والا منظر۔ والد صاحب اسے دیکھیں، آنکھوں سے آنکھیں چار ہوں لیکن کوئی جواب نہ ملے۔ وہ ٹکٹ چیکر گونگا بہرہ سمجھ کر چلا گیا۔ والد صاحب بیان کرتے تھے کہ کوئی جو مرضی سمجھے مَیں نے جھوٹ تو نہیں بولا اور قادیان بھی پہنچ گیا۔

والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ کھیتی باڑی کے دوران چنیوٹ کے ہندو بیوپاری ٹھیکہ پر زمین لیتے۔ بیج ان کا ہوتا، پانی اور رکھوالی ہماری۔ ایک موسم میں رمضان شریف آگیا۔ ہندو تاجر نے خربوزے بوئے ہوئے تھے۔ شام کو وہ پکے ہوئے خربوزے توڑتے اور ڈھیر لگا کر دوسری صبح سویرے سویرے گدھوں پر لاد کر منڈی لے جاتے۔ رات کو میری چوکیداری تھی۔ مَیں نے روزہ رکھنا تھا۔ مَیں نے ایک خربوزہ جو بہت ہی میٹھا تھا اجازت سے اپنی چارپائی کے سروالے پائے کے ساتھ رکھ لیا کہ صبح روٹی اس خربوزے سے کھا کر سحری کروں گا۔ رات کو گیدڑ آیا اور وہی خربوزہ سارے ڈھیر کو چھوڑ کر کھا گیا۔ صبح روشنی میں خربوزے کے چھلکے نظر آئے۔ بہت ہنستے تھے کہ گیدڑ انسانوں سے بھی زیادہ میٹھے خربوزہ کو چننے میں ماہر ہے۔

والد صاحب میں احمدیت نے دعا پر یقین اور توکل الٰہی کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ آپ کی دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ حضرت یونسؑ سے ملتا جلتا ہے۔ والد صاحب زبردست تیراک تھے۔ ان دنوں پانی طوفانی کیفیت سے بہتا تھا۔ پُل وغیرہ تو تھا نہیں، اکثر دیہاتی تیراک ہوتے تھے۔ تیر کر ہی دریا پار کرتے تھے۔ اور شدید طوفانی بپھری لہروں کو بھی چیر کر لوگ پار اتر جاتے تھے۔ اسی قسم کی کیفیت میں ایک بار والد صاحب کو دوسرے کنارے پر جانا تھا۔ چنانچہ دریا میں چھلانگ لگادی۔ جب درمیان میں پہنچے تو ایک بہت بڑے گرداب میں پھنس گئے۔ بہت کوشش کی لیکن کوئی پیش نہ گئی۔ آناً فاناً ایک بڑے بھنور نے ان کو دبایا اور والد صاحب دور کہیں نیچے چلے گئے۔ شادی ہوچکی تھی، ابتدائی ایام تھے۔ نیچے خلا تھا۔ دعا کرنے لگے کہ الٰہی میری پردیسن بیوی ہے اس کا کیا بنے گا۔ مَیں تو یہاں سے اب بچ کر نہیں نکل سکتا۔ لمحہ بھر کیا کیا دعائیں کیں۔ ہوش آیا تو اپنے آپ کو اوندھے منہ دریا کے کنارے ریت پر پایا۔ اونچی جگہ سے کوئی آدمی

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

جماعت احمدیہ سورینام (جنوبی امریکہ) کے تحت

مختلف تبلیغی مساعی، ہفتہ وار ٹی وی پروگرام اور بین المذاہب سمپوزیم کا کامیاب انعقاد

صدر مملکت کی نمائندگی میں وزیر تعلیم وسماجی بہبود کی شرکت۔
اخبارات میں جماعت کے پرامن پیغام کی تشہیر۔

(لئیق احمد مشتاق ۔ مبلغ سلسلہ سورینام)

سورینام جنوبی امریکہ کے مشرقی ساحل پر ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کے شمال میں بحر اوقیانوس مغرب میں گیانا مشرق میں فرنچ گیانا اور جنوب میں برازیل ہے۔ یہ ملک بھی جنوبی امریکہ کے دیگر ملکوں کی طرح سپینش سیاحوں نے ۱۴۹۶ء میں دریافت کیا۔ ۱۶۵۰ء میں برطانیہ نے اسے اپنی نوآبادی بنایا اور پھر ۱۶۶۷ء میں ایک معاہدہ کے تحت اسے ہالینڈ کے سپرد کر دیا گیا۔

۱۹۵۴ء میں اسے اندرونی آزادی ملی اور ۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء کو یہ ملک مکمل طور پر ہالینڈ سے آزاد ہوگیا۔

سورینام کا رقبہ ۶۳۰۳۷ مربع میل ہے جو قدرتی جنگلات سے بھرا پڑا ہے۔ یورپین اقوام کے آنے پر مقامی لوگ جنگلوں میں چلے گئے اس لئے یورپین اقوام نے مختلف ملکوں سے مزدور منگوائے۔ سب سے پہلے افریقہ سے غلام لائے گئے۔ پھر ہندوستان، انڈونیشیا، چین اور پرتگال سے بھی اس مقصد کے لئے مزدوروں کو لایا گیا۔

سورینام میں غلامی کا خاتمہ ۱۸۶۳ء میں ہوا اور ۲۵ نومبر کا دن غلامی سے نجات کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے اور خاص طور پر افریقی نسل کے لوگ اس دن کو بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اس جشن کو مقامی زبان میں کتی کوتی (Keti Koti) کہتے ہیں جس کا مطلب زنجیر کا ٹوٹ جانا ہے۔

امریکہ کے باقی ممالک کی طرح سورینام میں بھی مختلف نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ ۱۹۹۵ء کی مردم شماری کے مطابق ملک کی آبادی ۴۶۳۰۰۰ تھی جو اب پانچ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اس میں ۳۰ فیصد ہندوستانی، ۳۱ فیصد افریقی، ۱۵ فیصد انڈونیشین، ۱۰ فیصد ریڈ انڈین، ۳ فیصد امریکن، ۳ فیصد چینی اور ایک فیصد یورپین نسل کے لوگ شامل ہیں۔

زبان

سورینام کی سرکاری زبان ڈچ (Dutch) ہے جو کثرت سے بولی اور سمجھی جاتی ہے اس کے علاوہ مقامی باشندوں کی زبان سرانگ ٹونگو (Srang Tongo) یا تاکی تاکی (Taki Taki) ہے۔ اخبارات صرف ڈچ زبان میں شائع ہوتے ہیں جبکہ ریڈیو اور ٹی وی پر ڈچ، اردو، ہندی، چینی اور انڈونیشین زبان میں بھی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔

معیشت، پیداوار

سورینام پھولوں کی سرزمین کو کہتے ہیں۔ قدرت نے اس ملک کو زرخیز زمین اور وسیع جنگلات سے نوازا ہے۔ اس کے علاوہ باکسائٹ کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ چاول، کیلا، مونگ پھلی اور کافی یہاں کی مشہور پیداوار ہیں۔

آب وہوا

موسم سارا سال معتدل رہتا ہے اور درجہ حرارت ۲۲ سے ۳۲ درجہ سنٹی گریڈ کے درمیان رہتا ہے۔ بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ دسمبر سے اپریل تک شدید بارش کا موسم ہے۔

مذہب

سورینام میں ہر دور میں مذہبی آزادی رہی ہے۔ ڈچ حکومت کے دور میں بھی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ہر مذہب کا نمائندہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکتا تھا اس لئے مذہب سے لگاؤ کسی نہ کسی شکل میں زندہ رہا۔

سورینام میں اس وقت اکثریت ہندو مذہب کی ہے۔ پھر عیسائی اور تیسرے نمبر پر مسلمان ہیں۔ بدھ، یہودی اور بہائی مذہب کے ماننے والے بھی موجود ہیں۔ نیز ان مذاہب کے اندر جو مختلف فرقوں کی تقسیم ہے اس لحاظ سے بھی مختلف فرقے موجود ہیں۔

سورینام میں منعقدہ سمپوزیم میں مختلف مذاہب کے نمائندگان

جماعت احمدیہ کا تعارف

جماعت احمدیہ کو متعارف کروانے کا سہرا محترم مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب کے سر ہے جنہوں نے اپریل ۱۹۵۳ء میں ٹرینیڈاڈ کے ایک احمدی دوست کے ساتھ سورینام کا دورہ کیا اور احمدیت کا پیغام پہنچایا۔

سورینام میں پہلا مبلغ

سورینام میں باقاعدہ مشن کا آغاز مکرم شیخ رشید احمد اسحق صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے ۱۹۵۶ء میں مشن قائم کیا اور ۸ نومبر ۱۹۵۶ء کو جماعت کا قیام عمل میں آیا۔

سورینام کے ایک دوست مکرم عبدالعزیز جمن بخش صاحب نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم حاصل کی اور محترم مولانا رشید احمد اسحق صاحب کے بعد دوسرے مرکزی مبلغ کے طور پر کام کیا۔

ان دو بزرگوں کے علاوہ مختلف اوقات میں مکرم مولانا میر غلام احمد صاحب نسیم، محترم مولانا فضل الٰہی صاحب بشیر، محترم مولانا محمد صدیق صاحب ننگلی، محترم مولانا محمد اشرف صاحب اسحاق، محترم مولانا حسن بصری صاحب اور محترم مولانا حمید احمد ظفر صاحب کو مرکزی مبلغین کی حیثیت سے کام کرنے کی توفیق ملی۔

ذرائع ابلاغ

سورینام میں مختلف مبلغین سلسلہ نے جہاں احمدیت کی اشاعت کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کئے وہاں ذرائع ابلاغ سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور کئی سال تک مسلسل ریڈیو پروگرام جاری رہے اور اخبارات میں مضامین شائع ہوتے رہے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے جنوری ۲۰۰۱ء سے ٹیلی ویژن پر ایک پروگرام ہفتہ وار جاری ہے جو عوام میں خاصا مقبول ہے اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے کے بھی تین سنٹر ہیں۔

احمدیہ لائبریری

سورینام کی مرکزی احمدیہ لائبریری میں سلسلہ کی مختلف اہم کتب اور دیگر علمی کتب ڈچ، اردو، انگریزی اور عربی میں موجود ہیں۔

بین المذاہب سمپوزیم کا انعقاد

نئے سال کے آغاز پر سورینام جماعت کی طرف سے بین المذاہب سمپوزیم کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔

اس سمپوزیم کے لئے ۲۳ مارچ، یوم تاسیس جماعت احمدیہ کا بابرکت دن مقرر ہوا اور مختلف مذاہب کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ شہر میں ایک ہال کرایہ پر لیا گیا اور دعوت نامے تیار کر کے ملک کی تمام اہم شخصیات اور سرکردہ اصحاب کو بھجوائے گئے۔ صدر مملکت اور وزراء کو بھی شرکت کی درخواست کی گئی۔ مہمانوں میں تقسیم کے لئے کچھ فولڈرز بھی تیار کروائے گئے۔ ایک فولڈر ہندو اور سکھ مذہب میں ایک اوتار کی آمد کی پیشگوئی کا اردو میں اور مسیح کی آمد ثانی کا انگریزی اور ڈچ زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا گیا۔ اخبار اور ٹی وی کے ذریعہ تشہیر بھی کی گئی۔

۲۳ مارچ کی صبح خدام و انصار کی ٹیموں نے ہال کو تیار کیا اور کلمہ طیبہ اور دیگر مختلف بینرز سے اس کو سجایا گیا۔ اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے ڈچ تراجم بھی آویزاں کئے گئے۔ ہال کے باہر سلسلہ کی کتب جس میں جماعت کی طرف سے قرآن کریم کے مختلف تراجم اور دیگر کتب شامل تھیں کی نمائش کی گئی۔

سورینام میں منعقدہ سمپوزیم میں سٹیج پر مبلغ سلسلہ اور دیگر معزز مہمان تشریف فرما ہیں

دو دن قبل ایک روزنامہ اخبار De Ware Tijd کی طرف سے ٹیلی فون ملا کہ آپ یہ سمپوزیم کیوں منعقد کر رہے ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ یہاں سورینام میں مختلف مذاہب کی تعلیم سے واقفیت اور آگاہی حاصل کرنے نیز امن اور بھائی چارے کے فروغ کے لئے یہ پروگرام منعقد کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ۲۲ مارچ کو اخبار نے تفصیل سے اس خبر کو شائع کیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد ان آیات کا ڈچ ترجمہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام ''کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا'' خوش الحانی سے پیش کیا گیا۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کروایا گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ ارشادات بھی پیش کئے گئے۔

مہمان خصوصی وزیر تعلیم وسماجی بہبود نے اپنے خطاب میں ان کو مدعو کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ چونکہ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ اکٹھے ہیں اور ان کے نمائندے اپنی اپنی تعلیم کی رو سے ایک ہی مقصد کو بیان کریں گے اور میرے لئے یہ ایک اعزاز کی بات ہے کہ اس پروگرام میں صدر مملکت کی نمائندگی کر رہا ہوں جو اس وقت غیر ملکی دورے پر ہیں۔ انہوں نے اس پروگرام کی کامیابی کے لئے دعا کی ہے اور نیک تمناؤں کا پیغام بھجوایا ہے۔ ہم جماعت احمدیہ کے

ممنون ہیں کہ اس نے اس سمپوزیم کا انعقاد کیا۔ نیز تمام مذاہب کے نمائندوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس پروگرام کی کامیابی میں حصہ لیا۔

دیگر نمائندگان کی تقاریر

تمام مذاہب کے نمائندگان کو تقریر کے لئے ۲۰ منٹ کا وقت دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے بہائی مذہب کی نمائندہ Mrs.Ligia Vasilda جو مقامی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں تقریر کے لئے تشریف لائیں۔ دوسری تقریر آریہ سماج اور سناتن دھرم کے مشترکہ نمائندہ Pandit Ramsaroep Bansradji نے کی۔ تیسری تقریر رومن کیتھولک کے نمائندے Mr.Wilhelmus de Bekker کی تھی۔ چوتھی تقریر اسلام کی نمائندگی میں Mr. Faried Joemmanbaks نے کی۔ آپ نے اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عالمگیر نبی ہونے کا ذکر کیا اور قرآن مجید، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالے سے امن اور بھائی چارے کی تعلیم بیان کی۔

اس کے بعد حاضرین میں سے ایک مہمان خاتون Mrs Elisabeth Eduards نے جو میڈیکل کی طالبہ ہیں اور کچھ عرصہ قبل ہی اسلام اور احمدیت پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام حاضرین نے جلسہ کی تعریف کی اور پروگرام کو بہت پسند کیا۔ اکثر احباب نے اسلام کی نمائندگی میں کی جانے والی تقریر کو بہت پسند کیا۔

ہماری تقریر کے دوران ایک بزرگ Mr.Meng Doelman جو سامنے ہی بیٹھے تھے کافی دیر آنسو بہاتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے ۳۵ سال تک فوج میں نوکری کی ہے اور چھ جنگوں میں حصہ لیا ہے کبھی امن کا نام نہیں سنا۔ آج مجھے اپنی پچھلی زندگی پر افسوس ہو رہا ہے۔

جلسہ کے اختتام پر مختلف مذاہب کے نمائندگان کو قرآن کریم اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا ڈچ ترجمہ پیش کیا گیا۔

اگلے روز ۲۴ مارچ کو اخبار نے اس پروگرام کی تفصیلی خبر شائع کی۔

قارئین کی خدمت میں درخواست دعا ہے اللہ تعالیٰ اس پروگرام کو نافع الناس بنائے اور ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین

......☆......☆......

Khalid Munir Ahmed

Licenced Mortgage Broker

Phone: No. 020 8874 8628

Fax: 020 8488 9246

Mobile: 0790 5204985

E.Mail: khalidahmed3@hotmail.com

London

سیرالیون کی مختلف جماعتوں میں
یوم مسیح موعودؑ کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: سید حنیف احمد ۔ مبلغ سلسلہ)

۲۳ مارچ کا دن جماعت احمدیہ میں ایک یادگار دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن کی مناسبت سے سیرالیون کے طول وعرض میں امسال ایسے بہت سے جلسے منعقد کئے گئے جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت مقدسہ اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے ظہور پر روشنی ڈالی گئی تا کہ نئے آنے والوں اور اپنی نوجوان نسلوں کی کماحقہ تربیت ہو سکے۔ ان جلسوں میں سے چند ایک کی جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

جماعت احمدیہ بو

بوٹاؤن کی جماعت، سیرالیون میں جماعت احمدیہ کا پہلا مرکز ہے۔ یہیں پر سیرالیون کا پہلا مسلم سکول اور پہلا احمدیہ سیکنڈری سکول ہے۔ یہاں احباب جماعت اور احمدیہ سکول کے طلباء نے مشترکہ طور پر یوم مسیح موعود منایا جس میں مبلغین کرام اور دیگر علماء نے تقاریر کیں۔

اس جلسہ کا آخری پروگرام مارچ پاسٹ تھا جس میں طلباء فوجی بینڈ اور پولیس والے اپنا پولیس بینڈ لے کر شامل ہوئے۔ یہ مارچ پاسٹ احمدیہ سکول سے شروع ہو کر بوٹاؤن کی اہم سڑکوں سے ہوتا ہوا مشن ہاؤس کے سامنے ختم ہوا۔

بالاہوں

۲۲ مارچ کی شام مکرم طارق محمود جاوید صاحب امیر و مشنری انچارج سیرالیون وہاں تشریف لائے۔ نماز مغرب وعشاء کے بعد 'احمدیت کیا ہے؟' کے موضوع پر لیکچر ہوا۔ اس کے بعد رات دس بجے یوم مسیح موعود کا جلسہ شروع ہوا جو ایک بجے رات تک جاری رہا۔ مکرم امیر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی حیات طیبہ پر اور نیشنل سیکرٹری صاحب تعلیم مکرم ابراہیم کوکا صاحب نے جماعت احمدیہ کی ترقیات عہد حاضر میں کے موضوع پر تقاریر کیں۔

کینما

۲۲ مارچ کی رات کو مکرم امیر صاحب بالاہوں سے کینما پہنچے جہاں ۲۳ مارچ کی صبح جلسہ یوم مسیح موعود منعقد ہوا۔ جلسہ میں طلباء، اساتذہ، احباب جماعت اور دیگر احباب حاضر ہوئے۔ سکاؤٹس نے ملکی جھنڈا لہرایا جبکہ لوائے احمدیت مکرم امیر صاحب نے لہرایا۔

تلاوت کلام پاک کے ساتھ جلسہ کا آغاز ہوا۔ جس کے بعد مکرم سانڈی موانجو صاحب پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول نے ۲۳ مارچ کی اہمیت پر روشنی ڈالی جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے ۱۱۴ سال میں جماعت کی ترقیات کا مختصر جائزہ پیش کیا۔ آخر پر مکرم سنوسی دانیال، چیفڈم سپیکر جو احمدی ہیں نے احباب کا شکریہ ادا کیا اور اختتامی دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ حاضری پانچ سو کے لگ بھگ تھی۔

بلاما

مکرم امیر صاحب کینما سے گیارہ بجے بلاما پہنچے جہاں آپ کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ پرنسپل مکرم سیف اللہ موبجے صاحب نے ۲۳ مارچ کی اہمیت بیان کی جس کے بعد مکرم امیر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی اور الہامات بیان کئے۔ بعد میں دعا کے ساتھ اختتام ہوا۔

روکوپر

روکوپر میں اس دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ پہلی تقریر میں مکرم بشیرالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی بیان کئے جس کے بعد سوالات کے لئے وقفہ دیا گیا۔ جوابات مکرم مولانا محمد نعیم اظہر صاحب نے دئے۔ آخر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسولؐ کے عنوان پر تقریر کی۔ یہ جلسہ ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔

کونیا ووِنڈے چیفڈم

یہاں پر یوم مسیح موعودؑ کا جلسہ ۲۵ مارچ کو منعقد ہوا۔ جس میں مکرم امیر صاحب کے علاوہ مکرم ابراہیم صاحب نیشنل سیکرٹری تعلیم نے تقاریر کیں۔ حاضری ۴۰۵ رہی اور دو گھنٹے تک جلسہ جاری رہا۔

کِسّی ڈاک یارڈ، فری ٹاؤن

فری ٹاؤن میں یوں تو ۱۸ جگہوں پر یوم مسیح موعود کا جلسہ منعقد ہوا مگر مرکزی جلسہ احمدیہ سیکنڈری سکول کِسّی میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر بھی مبلغین اور علماء کی تقاریر ہوئیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت بیان کی گئی اور جماعتی ترقیات کی یادیں تازہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔ چارصد سے زائد حاضری رہی۔

M. S. DOUBLE GLAZING

Supplier & Installers

UPVC

Windows, Doors, Porches, Patio Doors

For Friendly Quote Please Contact Tel: 020 8664 8040

Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

اعلانِ نکاح

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج برطانیہ نے مورخہ ۱۶ اپریل بروز بدھ بعد نماز عصر مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی موجودگی میں عزیزہ ھبۃ الاول خاں اور عزیزم عطاء الکلیم صاحب کے نکاح کا اعلان کیا۔ یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بابرکت عہد خلافت کا آخری اعلان نکاح تھا جس میں حضور انور رحمہ اللہ ازراہ شفقت بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اور دعا میں شمولیت فرمائی۔ اعلان نکاح و دعا کے بعد حضور انور رحمہ اللہ نے مکرم رانا سعید احمد صاحب اور عزیزم عطاء الکلیم صاحب کو ازراہ شفقت شرفِ مصافحہ بخشا اور مبارکباد دی۔

عزیزہ ھبۃ الاول خاں جرمنی میں حضور انور رحمہ اللہ کے مقرر کردہ مرکزی شعبہ ہومیو پیتھک کے انچارج مکرم رانا سعید احمد خاں صاحب کی بیٹی ہیں۔ اور حضرت چوہدری برکت علی خاں صاحب مرحوم سابق وکیل المال اول تحریک جدید کی پڑپوتی جبکہ عزیزم عطاء الکلیم صاحب ان کے پڑنواسے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے فریقین کے لئے بہت بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔ آمین

......☆......☆......

خریداران الفضل انٹرنیشنل توجہ فرمائیں

تبدیلیٔ پتہ

Change of Address

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے درخواست ہے کہ اگر پتہ تبدیل کروانا ہو تو ٹیلی فون پر پیغام مت چھوڑیں بلکہ خط یا فیکس کے ذریعہ ہمیں مطلع کریں۔ فون پر پیغام میں ایڈریس کی تبدیلیوں کو سمجھنا اکثر اوقات مشکل ہوتا ہے۔ آپ حسب ذیل پتہ پر بذریعہ ای میل بھی پیغام دے سکتے ہیں:

alfazlint@hotmail.com

خریداران سے یہ بھی درخواست ہے کہ الفضل انٹرنیشنل کے ساتھ خط وکتابت کرتے وقت AFC نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ یہ نمبر الفضل کے پلاسٹک ریپر پر آپ کے ایڈریس کے نیچے لکھا ہوا ہوتا ہے۔ براہ کرم یہ نمبر نوٹ فرما لیں اور اپنے پاس محفوظ رکھیں تا کہ عندالضرورت کام آئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(مینجر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

میری زندگی کے نشیب و فراز
(میاں اقبال احمد۔ راجن پور)

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹؍اکتوبر ۲۰۰۲ء میں محترم میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ (امیر ضلع راجن پور) نے ایک مضمون میں اپنی ذات پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے بے شمار افضال اور قبول احمدیت کے حوالہ سے بعض یادوں کو بیان کیا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس مضمون کی اشاعت کے محض دو ماہ بعد ہی آپ کو راہ مولیٰ میں شہید ہونے کی سعادت ملی۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ میری عمر محض دو سال تھی جب میری والدہ غلط علاج کے باعث وفات پاگئیں۔ وہ بہت متوکل خاتون تھیں۔ میں نے اُن کی کمی کو ہمیشہ محسوس کیا اور ایک بار حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی خدمت میں اس بارہ میں لکھا تو آپؓ نے جواباً تحریر فرمایا: "آپ مجھے ماں کہہ لیا کریں"۔

دس بارہ سال کی عمر میں ایک بار جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارہ میں ایک کتاب پڑھی تو دل بھر آیا، جنگل میں چلا گیا اور روتا رہا، پھر دعا کی کہ مولا! امام الزمان کو بھیج دے، میں اُن کا ساتھ ضرور دوں گا۔

میرے تایا میاں عارف محمد صاحب (مرحوم) احمدی تھے۔ اُن کے نام الفضل آیا کرتا تھا۔ اُس میں ایک شاعر کی نظم چھپی جس کا ایک مصرعہ بہت پسند آیا:

ربوہ کی وادیوں میں گونجی اذاں تمہاری

تایا کے ایک بیٹے مقبول (ایڈووکیٹ چشتیاں) اور ایک بیٹی بشریٰ (جو بعد میں میری بیگم بنی) تھے کہ تائی کی وفات ہوگئی اور انہوں نے دوسری شادی کرلی۔ نئی تائی نے ہم سب کو اپنے دامن محبت میں لے لیا۔ کچھ نظمیں یاد کرائیں جن میں سے اس شعر کو میں بہت شوق سے پڑھا کرتا تھا:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے

۱۹۵۳ء میں مجھے احمدی، غیراحمدی کا واضح فرق اُس وقت پتہ چلا جب مقبول کو لوگوں نے پانی پینے سے بھی روک دیا۔ ایک بار لوگوں سے چھپا کر میں نے اُسے پانی بھی لاکر دیا۔

جب میں نے میٹرک کرلیا تو مزید تعلیم کے لئے دو تین شہروں کے نام زیر غور آئے لیکن میرے لئے مقبول کی دوستی اور ربوہ کی وادی کا تصور بہت پُرلطف تھا۔ خیال تھا کہ ربوہ ایک سرسبز وادی ہے جہاں کا ٹھنڈا موسم، قدرتی چشمے اور خوبصورت ندیاں اپنے ترنم سے جنت کا سماں پیش کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک سہ پہر ربوہ کے بس سٹاپ پر اُترا تو لق و دق میدان میں گوڈے گوڈے کلر نظر آیا۔ صرف ایک کیکر کا درخت تھا جس کے نیچے دو تین تانگے تھے۔ تانگے والے گھوڑوں سے ضعیف اور گھوڑے اُن سے ضعیف۔ سوچا کہ وادی پہاڑ کے دوسری طرف ہوگی۔ ایک کوچوان کو مقبول کا پتہ بتایا تو وہ دارالنصر تک تانگہ لے گیا لیکن وادی نظر نہ آئی۔

صبح کالج پہنچے۔ سادہ سا کالج، بارعب پرنسپل، داخلہ منظور ہوا۔ شیخ محبوب عالم خالد صاحب بہت محبت سے اردو پڑھاتے اور بسکٹ کھلاتے تھے۔ سکول سے ڈنڈے کھا کر آنے والوں کے لئے یہ نئی بات تھی۔ وہ سبق کے دوران احمدیت کا ذکر نہ کرتے تھے لیکن اُن کی محبت کی وجہ سے ہم بلاتکلف بعد میں بھی اُن کے پاس چلے جاتے تو کبھی کبھی وہ احمدیت کی بات کرلیا کرتے تھے۔

اسی دوران پتہ چلا کہ مسیح الزمان آچکے ہیں۔ چنانچہ (قبول احمدیت کے نتیجہ میں) ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ ایسی زندگی جو زندگی کی آرزو سے بے نیاز کردیتی ہے۔

کئی واقعات نے مجھ پر گہرا اثر چھوڑا۔ حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ ایک بار کراچی آئے تو آپؒ کی قیامگاہ پر ڈیوٹی تھی۔ ایک لمبی سیاہ رنگ کی کار میں جناب ایم ایم احمد صاحب اُترے۔ جب گیٹ کے قریب پہنچے تو رُک گئے، سر پر ہاتھ پھیرا جو ننگا تھا۔ ڈرائیور سے فرمایا: ٹوپی لاؤ۔

اسی طرح حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ احمدیہ ہال کراچی سے باہر نکل رہے تھے۔ ایک ہاتھ میں جوتے پکڑے تھے اور دوسرے سے ملنے والوں سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ میں نے اُن کے جوتے پکڑنے چاہے لیکن انہوں نے منع فرمادیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد غم روزگار نے آلیا۔ راجن پور میں رزق کی تلاش شروع کی۔ یہیں ۱۹۷۴ء کا وہ مبارک سال آیا جس میں جماعت پر فضل و احسان کی وہ بارش ہوئی جس سے میرا دامن بھی خالی نہ رہا۔

کولمبس سے پہلے امریکہ میں مسلمان

ماہنامہ "خالد" ربوہ نومبر و دسمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم محمد زکریا ورک صاحب کے قلم سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے جس میں امریکہ میں مسلمانوں کی آمد سے متعلق تاریخی شواہد بیان کئے گئے ہیں۔

شمالی امریکہ میں انسان آج سے دس ہزار سال قبل ایشیا سے نارتھ پول کے راستے پیدل سفر کرتے ہوئے داخل ہوا تھا۔ اگرچہ تاریخ نے امریکہ کی دریافت کا مکمل سہرا کولمبس کے سر باندھا ہے جب وہ ۱۴۹۲ء میں امریکہ پہنچا تھا لیکن تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان صدیوں پہلے امریکہ پہنچ چکے تھے۔ کولمبس کے تین جہازوں پر مشتمل بحری بیڑہ میں بھی کئی مسلمان شامل تھے اور دو جہازوں کے کیپٹن بھی مسلمان تھے۔ چونکہ اُس وقت عربی کو بین الاقوامی زبان کا درجہ حاصل تھا اس لئے اُس کے بیڑہ میں ایک مترجم بھی شامل تھا۔

اموی خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث (۹۲۹ء-۹۶۱ء) کے عہد میں افریقہ کے مسلمان سپین سے بحری سفر کرتے ہوئے بحر ظلمات میں پہنچے تھے اور وہاں کے ایک اجنبی علاقہ سے بہت سامال غنیمت لے کر واپس لوٹے تھے۔ مشہور جغرافیہ دان المسعودی (۸۷۱ء-۹۵۷ء) نے ذکر کیا ہے کہ ایک مسلمان ابن سعید القرطبی نے ۸۸۹ء میں ڈیلبا کی بندرگاہ سے بحراوقیانوس پار کرکے نامعلوم جگہ کا سفر کیا۔ تاریخ دان ابوبکر ابن عمر الگوتیہ نے بیان کیا ہے کہ ۹۹۹ء میں ابن فرخ آف غرناطہ نے اٹلانٹک کا سفر کیا اور کئی جزیروں پر پڑاؤ ڈالا۔

کولمبس نے اپنے پہلے سفر کے دوران کئی جزیروں پر پڑاؤ ڈالا جہاں کی زبان عربی سے ملتی جلتی تھی اور اُس نے ذکر کیا ہے کہ وہاں مسلمان قبیلہ بھی آباد ہے۔ ایک جزیرے پر اُس نے مسجد جیسی عمارت کی موجودگی کا بھی ذکر کیا اور یہ بھی کہ ایک جزیرہ پر عورتیں کپاس کے بنے ہوئے برقعوں سے اپنا سر منہ ڈھانپتی تھیں۔ چنانچہ کیوبا، میکسیکو، ٹیکساس اور نیواڈا ریاستوں میں مساجد کے آثار قدیمہ کے علاوہ پتھروں پر عربی رسم الخط میں تحریریں بھی دریافت ہوئی ہیں۔

کولمبس کے دوسرے سفر کے دوران ہیٹی کے باشندوں نے اُسے افریقن مسلمانوں کی چیزیں دکھائیں جو گنی سے آنے والے مسلمان وہاں لائے تھے۔ ۳۱؍جولائی ۱۵۰۲ء کو اُس نے جمیکا کے قریب ایک جہاز میں چالیس کے قریب افراد دیکھے جن کی عورتوں نے اپنے چہرے مسلمان عورتوں کی طرح چھپائے ہوئے تھے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے تاریخ دان لیو وائیمر نے ۱۹۲۰ء میں اپنی کتاب شائع کی جس میں بیان کیا کہ کولمبس اس بات سے آگاہ تھا کہ مغربی افریقہ سے مسلمان آکر کریبین (Carribean) کے جزائر کے علاوہ شمالی اور جنوبی امریکہ اور کینیڈا میں بھی آباد ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجارت کی غرض سے وہاں آئے تھے نہ کہ فاتح بن کر۔

بہت سے تاریخ دانوں نے مختلف سیاحوں کے اٹلانٹک کے سفر کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مسلمان بہت پہلے اُن جزائر میں پہنچ چکے تھے جہاں بعد میں دوسرے پہنچے خصوصاً عرب افریقن مسلمان جہازرانوں نے بہت لمبے سفر کئے۔

کولمبس نے اپنے تیسرے سفر کے دوران ٹرینیڈاڈ میں ایسے رومال دیکھے جنہیں گنّی، مراکش اور مغربی افریقہ کے مسلمان استعمال کرتے تھے اور وہاں سے یہ رومال سپین میں درآمد کئے جاتے تھے۔

۱۹۸۰ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر بیری فیل کی کتاب میں امریکہ کی تقریباً ہر ریاست سے ملنے والے تصاویر اور تحریروں کے نقش دیئے گئے ہیں جن میں عربی کے نقش ونگار اور خطاطی واضح ہے۔ حتیٰ کہ ریڈانڈین قبائل کے حروف تہجی کی عربی کے حروف کے ساتھ مماثلت حیرت انگیز ہے۔ اس کتاب میں تین ریاستوں میں اسلامی سکولوں کے آثار ملنے کا بھی ذکر ہے۔ کئی ریڈانڈین قبائل میں مسلمانوں کی اولادیں آج بھی پائی جاتی ہیں اور بعض قبائل میں نام بھی عربی سے ماخوذ ہیں۔ کئی الفاظ کا ماخذ عربی زبان ہے۔ ۱۷۸۷ء میں کیمبرج، میساچوسٹس کے درمیان کھدائی کے دوران بہت سے پرانے سکّے دریافت ہوئے جن پر کوفی رسم الخط میں عربی تحریر ہے۔ ڈاکٹر فیل کے مطابق یہ سکّے سکنڈے نیویا کے نورس مین امریکہ لائے تھے۔ ایک سکّہ ۹۰۳ء میں سمرقند میں بنایا گیا اور اس کے اوپر کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ یہ ڈنمارک میں دریافت ہوا تھا۔

امریکہ کے ۴۸۴ شہروں اور کینیڈا کی ۸۱ جگہوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے نام کا ماخذ عربی اور اسلامی ہے۔ ان ناموں میں مکہ، مدینہ اور محمدؐ کے نام بھی شامل ہیں۔

کینیڈا کے اخبار "نیشنل پوسٹ" نے اپنی ۵؍مارچ ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں انکشاف کیا ہے کہ ایک مسلمان چینی جہازران اور ایڈمرل Xheng He نے کولمبس سے ۷۲ سال پہلے امریکہ دریافت کرلیا تھا۔ یہ انکشاف اٹلی میں کی جانے والی چودہ سالہ تحقیق کا نتیجہ ہے۔

ماہنامہ "خالد" ربوہ نومبر و دسمبر ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب کی ایک طویل نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

میرے دلبر ہو تم ، میرے دلدار بھی
تم مرے یار ہو اور مرا پیار بھی
میرے معبود ہو ، میرے مسجود ہو
میرے مُونس ہو تم ، میرے غمخوار بھی
مجھ کو حاصل رہے ، مجھ کو دائم ملے
تیرا دیدار بھی ، تیری گفتار بھی
ترے پیار میں ہم نے سب کچھ سہا
ہم ہوئے قید بھی اور سنگسار بھی
ترے حسنِ جلوہ کی خاطر چڑھے ہم
سرِ طُور بھی اور سرِ دار بھی

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611

Vol. 10 | Friday, June 13, 2003 | Issue No. 24

بوسنیا کی اسلامی مملکت میں
احمدیہ مسجد "بیت السّلام" کا قیام

(رپورٹ :وسیم احمد سروعہ ۔ مبلغ سلسلہ بوسنیا)

بوسنیا کے بعض پرانے اخبارات سے پتہ چلتاہے کہ ۱۹۳۰ء میں یہاں احمدیت کا تعارف پہنچا اوربعض رسائل نے اس زمانے میں کافی مثبت طور پر جماعت کا ذکرکیا۔ اس کے بعد بعض رسائل میں جو ۱۹۳۷ء کے ہیں حضرت مولانا محمد دین صاحؒ کا ذکر ملاہے کہ وہ بلغراد میں احمدیت کی تبلیغ کررہے ہیں۔ یہ ذکرمثبت اورمنفی دونوں طور پر پایا جاتاہے۔ یہاں کے حالات کی بنا پر مولانا محمد دین صاحب کو جلد یہ یوگوسلاویہ سے واپس جانا پڑا۔ ایک لمبے عرصہ تک ایسی کوئی صورت نہ بنی کو جماعت یہاں مبلغ بھجواتی یا پیغام بھجواتی۔

۶/اپریل ۱۹۹۲ء میں دنیا نے بوسنیا کو ایک آزاد ملک کی حیثیت سے قبول کیا تو یہاں جنگ چھڑ گئی ۔اس جنگ میں قریباً دو لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا گیا اورکئی لاکھ نے یہاں سے ہجرت کی۔ یہ مہاجرین جب دوسرے یورپی ممالک میں گئے تواحمدیوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات کی بنا پر جہاں تک ہوسکا احمدیوں نے ان مظلوموں کی خدمت کی ۔ اس طرح موجودہ دور میں جماعت کا ان سے رابطہ بوسنیا سے باہر ہوا۔ بوسنیا میں جاری جنگ ۱۹۹۵ء کے آخر میں اختتام پذیر ہوئی۔ تب جماعت نے یہاں مشن کھولنے کا فیصلہ کیا۔ خاکسار پہلی بار ۲۸/ستمبر ۱۹۹۶ء کو بوسنیا آیا۔ یہاں تزلہ (Tuzla) کے قریب ایک چھوٹے سے شہر گراچانشہ (Gracanica) میں ایک چھوٹے سے مکان سے آغاز کیا گیا ۔ قریباً ایک سال وہاں کام کرنے کے بعد مناسب خیال کیا گیا کہ مشن ہاؤس دارالحکومت سرائیو (Sarajevo) میں ہو۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں سرائیو سے کام کا آغاز ہوا۔ چھ ماہ کے بعد بوجوہ اس مکان کا چھوڑنا پڑا اوریکم مئی ۱۹۹۸ء میں سرائیو میں ہی ایک مکان کرائے پرلیا گیا جوموجودہ مشن کے مکمل ہونے تک ہمارے پاس رہا۔ اس بات کی جلد ہی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ جماعت کا اپنا مشن ہاؤس ہونا چاہئے ۔مرکز سے ہدایت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۹۹ء کے شروع سے ہی مشن ہاؤس کے لئے مناسب جگہ کی تلاش کا آغاز کردیا گیا۔ یہ کافی مشکل اورتھکا دینے والا کام تھا۔ شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کئی جگہیں دیکھیں ،کئی لوگوں سے رابطے ہوئے ۔بعض دفعہ جگہ پسند ہوتی تو بعد میں کوئی روک درمیان میں حائل ہوجاتی ۔اس دوران حضور انورؒ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا جاتا رہا اور دعائیں ملتی رہیں ۔اس دوران دو جگہوں کے بارہ میں بات بھی پکی ہوگئی ،مرکز سے منظوری بھی مل گئی لیکن مالک خود ہی فروخت سے انکار کردیتے ۔

بوسنیا کی اسلامی مملکت میں مسجد بیت السلام کا ایک خوبصورت منظر

امید اورنا امیدی کا سفر جاری رہا ۔ سال ۲۰۰۲ء میں ایک بہت ہی مناسب جگہ نظر آئی جو ہماری ضروریات کے لحاظ سے اور Location کے لحاظ سے بہت ہی مناسب تھی ۔ یہ ایک چارمنزلہ عمارت تھی جوتعمیر کے مراحل سے گزر رہی تھی ابھی صرف چھت مکمل ہوئی تھی ۔ ہرمنزل پر تین بڑے بڑے ہال تھے اورحسب ضرورت ان کی تعمیر ہوسکتی تھی ۔فوری طور پر امیر جماعت جرمنی مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب کو مطلع کیا گیا جوتشریف لائے اوران کی موجودگی میں مالک کے ساتھ سودا طے ہوگیا۔ معاہدے پر دستخط ۲۵/مارچ ۲۰۰۲ء کو ہوئے ۔اس طرح ۱۹۹۹ء سے مشن کے لئے تلاش کا سفر اختتام کو پہنچا۔ الحمدللہ

یہ مشن ہاؤس ایک معروف شاہراہ پرواقع ہے ۔بس اورٹرام کا سٹاپ بہت قریب ہے اورآبادی کے ساتھ ہی واقع ہے یہ جگہ ان جگہوں سے بہت ہی بہتر ہے جوپہلے ہم خریدنا چاہتے تھے۔

مکرم ابراہیم بیشچ صاحب (Ibrahim Besic) صدر جماعت احمدیہ بوسنیا کی نگرانی میں باقی کام مکمل ہوا جس پر کئی ماہ لگ گئے ۔یکم مارچ ۲۰۰۳ء سے ہم اس نئے سنٹر میں شفت ہوچکے ہیں۔ اس میں مردوں اورعورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نماز کے لئے ہال ،وضوکرنے کی علیحدہ علیحدہ جگہ ،ایک بڑی لائبریری ،ایک بڑا ہال ،مہمانوں کی رہائش گاہ ،مبلغ کا گھر ،خادم مسجد کے لئے رہائش اور چار دفاتر شامل ہیں۔ ہال مسجد کے نیچے ہے اورمسجد کے اوپر لائبریری ہے ۔جلسہ وغیرہ کے موقع پر ان جگہوں کوبھی نماز کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ سنٹر ہمارے لئے بہت بابرکت فرمائے اورکثرت سے سعید روحوں کوہدایت کا سامان ملے۔ اورہم جو پروگرام یہاں کریں اللہ تعالیٰ اس میں برکت کا سامان رکھے۔ آمین

(نوٹ :جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں اس سینٹر کے نام کے لئے درخواست کی گئی توآپ نے اس کا نام "مسجد بیت السلام" تجویز فرمایا۔ عجیب اتفاق ہے کہ ہماری خواہش تھی کہ حضور یہی نام رکھیں لیکن حضور کی خدمت میں خود نام تجویز کرنے کی جرأت نہ ہوسکی لیکن خدائی تصرف کے تحت یہی نام رکھا گیا۔)

باپ کی نعمت اوریتیمی کا درد

حضرت شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ:

مجھے یاد ہے کہ جب مَیں بچہ تھا اوراپنا سر باپ کی آغوش میں رکھتا تھا تو میری قدرومنزلت بادشاہوں جیسی ہوتی تھی۔ اگر میرے جسم پرایک مکھی تک بیٹھ جاتی توسب گھروالے پریشان ہوجاتے تھے۔ جب بچپن ہی میں میرے سر پر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تو مجھے بچوں کے درد کی خبر ہوئی۔ یہ درد وُہی جان سکتاہے جس کو یتیمی کا داغ لگا ہو۔ اے دوست جس بچے کا باپ مرگیا ہواس کے سر پر ہاتھ رکھ ،اس کے چہرے سے گرد پونچھ اور اس کے پاؤں سے کانٹا نکال۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس پرکیسی بپتا پڑی ہے۔ بے جڑ کا درخت ہرگز تازہ نہیں ہوتا۔ جب تو کسی یتیم کواپنے سامنے سرڈالے دیکھے تواپنے فرزند کے رخسار پر بوسہ نہ دے۔ یتیم اگر روتاہے تو اس کا ناز کون اٹھاتاہے ۔ اگروہ غصہ کرتاہے تواس کوکون برداشت کرتاہے۔

خبردار! یتیم رونہ پڑے کہ اس کے رونے سے عرش الٰہی کانپ جاتاہے ۔محبت سے اس کی آنکھ سے آنسو پونچھ دے اورمہربانی سے اس کے چہرہ سے خاک جھاڑ دے ۔اگراس کے سر سے سایہ اٹھ گیا تو تو اپنے سائے میں اس کی پرورش کر"۔(حکایات سعدی صفحہ ۷۵۔ مرتبہ طالب ہاشمی شعاع ادب لاہور)

معاند احمدیت ،شریراورفتنہ پرور مفسد ملاؤں کوپیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّ قْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے ،انہیں پیس کررکھ دے اوران کی خاک اڑادے۔

جلسہ سالانہ یوکے ۲۰۰۳ء

امسال جلسہ سالانہ ۔یوکے انشاء اللہ ۲۵/۲۶،/اور ۲۷/جولائی ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کواطلاع دی جاتی ہے کہ ہیتھروائرپورٹ سے حسب معمول ٹرانسپورٹ کا انتظام ہوگا۔ تاہم یورپین ممالک سے جو مہمان "سٹینڈ سٹڈ" ائرپورٹ پرآنے کا ارادہ رکھتے ہوں ان کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ ائرپورٹ پر استقبالیہ کارکنان تو موجود ہوں گے مگر مہمانوں کواپنی ٹرانسپورٹ کا انتظام خود کرنا ہوگا۔

مزید معلومات کے لئے جلسہ سالانہ کے لئے شائع کردہ کتابچہ سے تفصیلات حاصل کی جاسکتی ہیں یا دفتر افسر جلسہ سالانہ سے رابطہ کیا جاسکتاہے جس کے ٹیلی فون نمبر درج ذیل ہیں:

Tel: (44) (0) 20 8687 7813 + (44) (0) 20 8687 7814 + (44) (0) 20 8687 7881

(افسر جلسہ سالانہ)